يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ)الحجرات :6(

فقہ امام ابو حنفیہ اور فضائل اعمال کے خلاف

فرقہ غیر مقلدین کے

وساوس

کا علمی جائزہ اور جوابات

باب سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل اعمال، فضائل صدقات، بہشتی زیور، ہدایہ

اور

تبلیغی کام پر غیر مقلدین کے وساوس

اوران کا مدلل محاسبہ

حضرت مولانا

محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

کے

حقیقت انگیز قلم سے

''فضائل اعمال'' پر غیر مقلدین کے وساوس

وکیل اہلسنت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''تبلیغی جماعت'' جس کے متعلق کچھ معلومات آپ کو گزشتہ صفحات سے ہوئیں، یوم تاسیس سے ہی اس پر اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ہر دور میں یہ وساوس اپنا رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ نصف صدی سے یہ جماعت غیر مقلدین کے عتاب کا شکار بھی ہے۔ مولانا اوکاڑوی کو اللہ پاک نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے چنا اور ان کے ذریعے ہزاروں انسانوں کا ایمان محفوظ رہا' بلکہ بہت سے خوش قسمت مرزائیت وغیرہ فرق باطلہ سے تائب ہو گئے تبلیغی جماعت سے حضرت کو خاص پیار تھا اور انہوں نے وقت بھی لگایا تھا۔ اس لیے مختلف مجالس میں اس کے خلاف وساوس کا ازالہ فرمایا کرتے تھے جسے ہم نے اکٹھا کر کے کتابی شکل دے دی ہے۔ فرماتے ہیں: ''کراچی کے سفر میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو اپنا نام مرزا وحید بیگ بتا رہے تھے وہ اصل میں پنجابی ہیں مگر عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے اپنی سرگذشت یوں بیان فرمائی کہ میں یہاں سے ایف، اے کر کے امریکہ گیا تھا۔ ایک سال اس حال میں گزرا کہ دونوں عیدیں اور چند نمازیں بھی پڑھیں۔ آخر عید کی نماز میں دو تین ساتھیوں سے ملاقات ہوئی' جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے' انہوں نے میرا ایڈریس نوٹ کیا اور مجھ سے رابطہ رکھا۔

''دعوت و تبلیغ'' نے زندگی کا رخ بدل دیا

مزید حالات سناتے ہوئے وہ نوجوان کہنے لگا ''ان تبلیغی حضرات کی صورت اور سیرت شریعتِ محمدیہ ﷺ کی ترجمان تھی، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے مجھے بھی اسلامی زندگی کا احساس ہوا۔ میں نے تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانا شروع کر دیا، مجھے ایک عجیب ذہنی سکون اور قلبی راحت محسوس ہوئی اور الحمدللہ میں نماز روزے کا پابند بن گیا، حرام حلال کا امتیاز کرنے لگا، اپنے

وقت اور مال سے کچھ حصہ دین سیکھنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے لیے وقف کر دیا۔ بیوی بچوں، دوست احباب، سب پر محنت کی اور ایک پرسکون دینی ماحول بن گیا اور میری زندگی کے پورے چار سال اسی طرح گذرے۔ میں نے اور میری بیوی نے گذشتہ زندگی کی نمازوں کو قضا کیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو کوتاہیاں ہوئی تھیں شرعی مسائل پوچھ کر ان کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ندامت اور توبہ کا شغل اختیار کیا۔ فضائل اعمال، تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور کتابیں خریدیں اور ان کی تعلیم اور عمل میں کوشش کرتے۔"

صراط مستقیم سے گمراہی کی طرف

چار سال کے بعد ایک عید کے موقعہ پر ہی دو تین نوجوانوں نے مجھے آگھیرا۔ بڑی گرمجوشی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرے دینی جذبات اور کوششوں کی تعریف کی۔ اگرچہ ان نوجوانوں کے چہرہ پر داڑھی تھی نہ ان کا لباس شرعی انداز کا تھا لیکن وہ دین سے لگاؤ اور محبت کا ذکر اس جوش سے کرتے تھے کہ میں ان کا گرویدہ ہو گیا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو گیا۔ اس نیت سے کہ ان کے جذبہ کی قدر کر کے ان کو شرعی صورت و سیرت اور شرعی لباس اور احکام پر آسانی سے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ میں ان کے ہاں گیا ان کے پاس اسلامی کتابوں کی ایک لائبریری تھی۔

(قارئین! وہ نوجوان ان غیر مقلدین کو لے کر حضرت اوکاڑویؒ کے پاس آجاتا ہے۔ حضرت ان کے وساوس سنتے ہیں اور انہیں جوابات دے کر وساوس کا ازالہ فرما رہے ہیں، ہم نے اس ساری گفتگو کو وسوسہ نمبر اور ازالہ کے عنوان سے ترتیب دیا ہے۔)

وسوسہ نمبر ا:۔ تبلیغ والوں کا دین انڈیا کا ہے نہ کہ مکہ مدینہ والا

وہ نوجوان کہنے لگا "انہوں نے مجھے کہا کہ آپ لوگوں کا دین انڈیا سے آیا ہے اور ہمارا مکہ، مدینہ سے اور وہ یہ کہتے ہوئے ایک کتاب صلوٰۃ الرسولؐ، مصنفہ مولانا محمد صادق سیالکوٹی، مجھے دی کہ اگر مکے، مدینے کا دین ماننا ہے تو یہ کتاب پڑھو" میں نے یہ کہتے ہوئے کتاب لے لی "یہ کتاب تو سیالکوٹی کی ہے نہ کہ مکہ مدینہ کی۔" انہوں نے کہا اگرچہ سیالکوٹ میں لکھی گئی مگر باتیں

مکہ مدینہ کی ہیں۔

میں نے ان غیر مقلدین سے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ نے بھی فضائل اعمال میں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ ﷺ اور نیک لوگوں کے واقعات ہی ذکر فرمائے ہیں۔ بہت عجیب کتاب ہے، میری زندگی میں یہ تبدیلی اسی کتاب کی مرہونِ منت ہے کہ میں بے نماز تھا، نمازی بن گیا۔ جھوٹ بولتا تھا اس سے توبہ کی، حلال حرام کا خیال نہیں کرتا تھا اب پوری کوشش کر کے حرام سے بچتا ہوں، میری صورت اور سیرت میں جو ''اسلامی رنگ'' ہے یہ اسی کتاب کی برکت ہے۔

وسوسہ نمبر۲:۔ ''فضائل اعمال'' میں حوالہ جات نہیں

حضرت جی پھر انہوں نے فوراً میری بات کاٹتے ہوئے کہا کہ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں، شیخ الحدیث صاحب نے بہت سی باتیں بلا حوالہ نقل کر دی ہیں۔ انہوں نے مجھے کئی ایک مقامات دکھائے جہاں کوئی حوالہ نہ تھا اور پھر ''صلوٰۃ الرسول'' دکھا دکھا کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو ہر بات با حوالہ ہے۔ دین ہمیشہ باحوالہ اور مستند ہونا چاہیے نہ کہ بے حوالہ اور غیر مستند' اس بات سے وہ صالح نوجوان بالکل لاجواب ہو گیا اور واقعی بڑا دھچکا لگا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ نے بہت جگہ حوالے کیوں نہیں دیے؟ حضرت اوکاڑوی فرماتے ہیں اس نے یہ بتاتے ہوئے مجھے کہا کہ آپ مجھے اس بات کا جواب دیں۔ تاکہ ان غیر مقلدین کو مطمئن کر سکوں۔

ازالہ:۔ میں نے کہا ''اس کا جواب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ خود دے چکے ہیں۔''

فرماتے ہیں: ''اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے وہ یہ کہ میں احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ، تنقیح الرواۃ، احیاء العلوم کی شرح اور منذری کی ترغیب وترہیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے مواد لیا ہے، اس لیے ان کے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان کے علاوہ کہیں اور سے کیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا ہے۔ (فضائل قرآن ص ۷)

اس نے اس عبارت کو تین دفعہ پڑھا اور کہنے لگا ''حضرتؒ نے واقعی بات واضح فرما دی لیکن میں نے پورا مطالعہ نہیں کیا۔''

آپ اپنا طرز عمل خود ہی دیکھ لیں

پھر میں نے کہا کہ ''صلوٰۃ الرسول (ان غیر مقلدین کی نماز کی مشہور کتاب)'' میں بھی کئی باتیں بلاحوالہ درج ہیں ص ۴۴۹ تا ص ۴۵۴ جو اذکار اور اعمال درج کئے ہیں وہ سب بلاحوالہ درج ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالرؤف (ان کے اپنے مولوی غیر مقلد عالم) صلوٰۃ الرسول کلاں کے حاشیہ پر آیت کریمہ کے عمل کا یوں مذاق اڑاتا ہے:۔

کیا ایسا بہتر نہیں ہے کہ یہ وظیفہ آیت کریمہ کرنے والے کو ایک مچھلی نما صندوق میں بند کر کے کسی دریا میں یا سمندر میں پھینک دیا جائے۔ تاکہ حضرت یونسؑ کے مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے کا نہ صرف نقشہ ہی کھنچ جائے بلکہ یونسؑ والی صحیح کیفیت پیدا ہو جائے۔ اس طریقہ سے عمل کرنے سے اکتالیس دن انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ چند ہی گھنٹوں میں بفضلہ تعالیٰ ہر قسم کے ہموم و غموم کے بادل چھٹ جائیں گے۔ کسی طرح کی بھی مشکل و مصیبت باقی نہ رہے گی، بلکہ سب پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات ابدی مل جائے گی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' مجھے نہایت تعجب بھی ہے اور افسوس بھی کہ اس قسم کی لایعنی چیزیں اور خرافات ہم سلفیین میں کدھر سے گھس آئیں باللہ علیکم کیا اس قسم کی باتیں اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے استہزاء کے مترادف نہیں؟ یہ طریقے کس آیت قرآنی اور کس حدیث نبویؐ سے ماخوذ ہیں۔ (اس محفل میں بیٹھے غیر مقلدین بڑے حیران ہیں کہ ہمارے ہی مولوی نے ہماری ہی کتاب کو غلط قرار دیا ہے)

(صلوٰۃ الرسول محشی ص ۵۰۴)

غلط حوالہ جات:۔ وہ آنے والا نوجوان تو یہ بے حوالہ باتیں اور ان پر تبصرہ پڑھ کر ہی حیران ہو رہا تھا کہ میں نے بتایا کہ صلوٰۃ الرسول میں بہت سے حوالے غلط ہیں۔ دیکھئے صلوٰۃ الرسول ص ۱۳۶ پر زیر عنوان ''نماز کے لامثال محاسن'' فضائل کی ۲۴اا حادیث نقل کی ہیں اور حوالہ صحاح ستہ کا دیا ہے مگر ان میں سے ۱۴ احادیث ''۱، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷۔ ۲۰ کا نشان تک صحاح میں نہیں ہے۔ اسی طرح مولوی عبدالرؤف صاحب (غیر مقلد اپنے ہی مولوی کی خبر لیتے

ہوئے)ہی لکھتے ہیں:

بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ موصوف نے انہیں جن کتب، کی طرف منسوب کیا ہے ان کتب میں وہ نہیں پائی جاتیں۔مثلاً ۲۷۸، ۲۸۳، ۳۱۱، ۳۴۳، ۳۵۸، ۵۰۹، ۵۷۱، ۲۶۰، ۶۳۹، ۶۶۵، ۶۶۷، ۲۷۷، (صلوٰۃ الرسول محشی ص ۱۴) یہ بارہ احادیث بھی ایسی ہیں کہ جن کے حوالے غلط ہیں۔مثال کے طور پر ۲۶ غلط حوالے دیے ہیں ورنہ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' میں نے کہا ''اس چھوٹی سی کتاب میں غلط حوالوں کی اتنی بھرمار۔'' اب تو مرزا وحید بیگ بھی دریائے حیرت میں غرق ہے اور بار بار کہہ رہا تھا کہ یا اللہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں۔

وسوسہ نمبر۳:۔فضائلِ اعمال میں ضعیف احادیث ہیں

جناب وحید صاحب نے کہا کہ پھر ان غیر مقلدوں نے مجھے بتایا کہ اکثر باتیں تو شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ بلا حوالہ لکھیں اور جن کا حوالہ دیا ان میں سے بھی اکثر ضعیف، جھوٹی اور من گھڑت احادیث لکھ دیں لیکن صلوٰۃ الرسول میں ایک بھی ضعیف حدیث نہیں ہے۔وحید صاحب نے بتایا کہ ان کا یہ اعتراض تو واقعی بہت وزنی تھا جس سے میں فضائل اعمال سے دل برداشتہ ہو گیا۔

ازالہ:۔ میں نے کہا دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ان کا یہ اعتراض محدثین کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے کیونکہ محدثین کا اصول ہے کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف احادیث مقبول ہیں ۔خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس اصول کو بیان فرمایا۔چنانچہ فضائل نماز کے آخر میں آخری گزارش کے تحت فرماتے ہیں:

''اخیر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضرات محدثینؒ کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح، باقی صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے''

(فضائلِ نماز ص ۹۶)

ایک جگہ فرماتے ہیں ''اگرچہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو مبشرات اور منامات ہیں۔'' (فضائل درود ص ۵۶)

قرآنی اصول اور فضائلِ اعمال

میں نے مزید کہا میں اس کی تھوڑی سی تفصیل عرض کر دیتا ہوں۔ (جس سے معلوم ہوگا کہ ''فضائل اعمال'' کی احادیث معتبر ہیں)

جس طرح سارے حساب کا خلاصہ دو ہی قاعدے ہیں، جمع اور تفریق۔ حدیث کی سند کے راوی میں بھی بنیادی طور پر دو ہی باتیں دیکھی جاتی ہیں، حفظ اور عدالت، (راوی ایسا ہو کہ) اس کا حافظہ اچھا ہو اور وہ نیکوکار ہو فاسق فاجر نہ ہو۔ اگر راوی میں ضعف حفظ کی وجہ سے ہے تو اس کو محدثین ''ضعفِ قریب'' کہتے ہیں کیونکہ متابعت یا شواہد سے ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دے دیا ہے وجہ یہ ہی بتائی ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے گی تو دوسری یاد دلا دے گی، اسی سے محدثین نے یہ اصول بنا لیا کہ اگر ایک حدیث کی دو سندیں ہوں اور دونوں میں ایک راوی ایسا ہو کہ جس کا حافظہ کمزور ہو تو دونوں سندیں مل کر وہ حدیث صحیح مانی جائے گی۔ اسی لیے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ علیہ بہت جگہ یہ تحریر فرما دیتے ہیں ''یہ مضمون بہت سی روایات میں آیا ہے'' تاکہ معلوم ہو جائے کہ شواہد اور متابعات کی وجہ سے مقبول ہے۔ اب ان روایات کو رد کرنا گویا قرآنی اصول کا انکار کرنا ہے تو یہ اعتراض حضرت رحمۃ اللہ کی بجائے قرآن پاک پر ہونا چاہیے۔ (وحید صاحب حیران تھے کہ قرآن وحدیث کے نعرے لگا کر مجھے دین سے دور کرنے والے خود قرآنی اصول سے ناواقف ہیں)

آگے مولانا نے مزید فرمایا:

فضائل میں ضعیف احادیث معتبر ہیں

اور اگر راوی عادل نہ ہو تو اس کو ضعف شدید کہتے ہیں اس لیے احکام میں اس کی روایت حجت نہیں ہوتی مگر فضائل اور تاریخ میں سرے سے عدالت ہی شرط نہیں ہے۔ رسول اقدس ﷺ فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج (بخاری ج۱/۴۹۱، ترمذی ج۲/ص۱۰۷) بنی اسرائیل سے روایت کرو کوئی حرج نہیں۔ جب ترغیب وترہیب کے واقعات کافروں تک سے روایت کرنے کی اجازت ہے تو یہ غیر عادل راوی کیا ان یہود سے بھی بدتر ہیں؟ (ہرگز نہیں) پھر

یہاں بھی جب کئی طریقوں سے روایت ہو اس کے بیان میں کوئی حرج نہیں' ہاں احکام میں ایسے راویوں کی روایت حجت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایات لی ہیں وہ قرآن پاک، احادیث نبویہ اور محدثین کے اصولوں کے عین مطابق لی ہیں اور سب محدثین نے فضائل میں یہی طریق اختیار فرمایا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ شرح مسلم ج/ص ۲۱ اور شیخ ابن تیمیہ فتاویٰ ج ۱۸/ ص ۶۵۔ ۶۸ پر تصریح فرماتے ہیں کہ فضائل میں ضعاف مقبول ہیں۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

میں نے کہا آپ حیران ہوں گے کہ صلوٰۃ الرسول میں نہ صرف فضائل میں بلکہ احکام میں بھی ضعیف احادیث کی بھرتی کر دی گئی ہے۔ (ان کے اپنے) مولوی عبدالرؤف صاحب نے نمبروار ۸۴، احادیث کی نشاندہی کی ہے جو انتہائی ضعیف احادیث ہیں۔ ۶' ۱۳' ۱۴' ۱۶' ۲۲' ۳۴' ۵۲' ۵۳' ۵۶' ۵۳' ۵۶' ۶۶' ۷۳' ۷۵' ۸۸' ۱۰۷' ۱۰۹' ۱۱۰' ۱۵۳' ۱۵۹' ۱۶۰' ۱۶۱' ۱۶۳' ۱۶۴' ۱۶۵' ۱۶۶' ۱۶۷' ۱۶۸' ۱۶۹' ۱۷۲' ۱۷۳' ۲۰۴' ۲۰۵' ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۴، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۸، ۳۶۳، ۳۸۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۹، ۴۴۴، ۴۴۸، ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۸۵، ۵۴۱، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۵۱، ۵۵۷، ۵۶۵، ۵۷۸، ۵۸۴، ۵۸۶، ۶۲۶، ۶۳۰، ۶۵۴، ۶۶۰، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۷۳، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۹، ۷۰۳۔ یہ تمام احادیث انتہائی ضعیف ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں "دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت" یہ دیکھ کر تو جناب وحید صاحب بہت پریشان تھے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔

"ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور"

وسوسہ نمبر ۴:۔ یہ فضائلِ صدقات وغیرہ شرک سے پُر ہیں

پھر مجھے انہوں نے بتلایا کہ یہ فضائل اعمال تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ فضائل صدقات، فضائل درود اور فضائل حج میں ایسے واقعات ہیں جو واقعۃً شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ کچھ دن تو میں پریشان رہا کہ یہ کتاب ساری دنیا میں پھیل چکی ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی

زندگیوں میں اس نے انقلاب پیدا کر دیا ہے، سینکڑوں علماء نے ابھی اسے دیکھا ہے مگر کسی مفتی، محدث اور فقیہ کی نظر یہاں تک نہیں گئی جہاں تک ان کلرکوں کی پہنچ گئی ہے مگر ان واقعات کی کوئی تاویل مجھے بھی سمجھ نہ آتی تھی آخر نہ صرف یہ کہ میں نے تبلیغی جماعت کو چھوڑ دیا بلکہ ان کے سخت مخالف ہو گیا کیونکہ میرے علم کے مطابق یہ لوگ (تبلیغی جماعت والے) شرک کے مبلغ تھے اور ان کی نمازیں بھی غلط در غلط تھیں۔ اب میرے نزدیک، نماز، روزے، حج اور جہاد سے سب سے بڑی نیکی تبلیغی جماعت کی مخالفت تھی۔ گھر میں، بازار میں، دفتر میں، مجالس میں، مساجد میں، میرا یہی جہاد ہے کہ یہ جماعت توحید نہیں شرک کی داعی ہے اور اسلام نہیں حنفیت کی پرچار کرتی ہے۔

اگرچہ اب مجھ میں جماعت اور تکبیر اولیٰ کی پابندی کا کوئی ذوق نہیں، حلال، حرام کی بھی زیادہ تفتیش باقی نہیں رہی مگر توحید و سنت کا نشہ ہے جس کے بعد ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، اپنی نماز کا وہ اہتمام باقی نہیں رہا مگر دوسروں کو مشرک اور بے نماز کہنے کا ذوق بڑھ گیا ہے، اپنی اصلاح کی بھی خاص فکر نہیں رہی کیوں کہ ان سب سے مقدم اس ساری دنیا کو شرک سے بچانا ہے جن کو فضائل اعمال کے مطالعہ نے مشرک بنا دیا ہے۔ اگرچہ دنیا میں مجھے اس میں خاص کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ دو سال کی محنت شاقہ سے میں بمشکل دو کلرکوں کو تبلیغی جماعت سے کاٹ سکا ہوں جب کہ ہزاروں نئے آدمی اس جماعت سے جڑ گئے ہیں لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ سے پورے پورے اجر کا امیدوار ہوں۔

کرامات کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے ایک اعتراض

وحید صاحب نے ایک اور کتاب دکھائی یہ ایک کالج کے لیکچرار غیر مقلد نے ''الدیوبندیہ'' یعنی علمائے دیوبند کے عقائد'' دیوبندیت'' بریلوی دیوبندی ایک ہیں'' اور'' تبلیغی جماعت کا اسلام'' نامی رسالے لکھے ہیں جن میں صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی متشابہات یا شطحیات جمع کر دی ہیں لیکن ان میں سے کسی رسالہ میں یہ نہیں بتایا کہ متشابہات اور شطحیات کا شرعی حکم کیا ہے حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ کرامات اور شطحیات میں چونکہ ان لوگوں کے اختیار و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں جیسے خواب میں کلمۂ کفر کسی کی زبان سے جاری ہو جائے تو اسے کافر نہیں کہا جاتا، خواب میں کوئی گناہ کا کام کرے تو اسے ہرگز گناہ گار نہیں کہا جاتا لیکن غیر

مقلدین کی بدنصیبی ہے کہ ان کے حصہ میں قرآن پاک میں سے متشابہات، احادیث میں سے متعارضات، فقہ سے شواذ اور تصوف سے شطحیات آئی ہیں یہی ان کا ''علمی حدود اربعہ'' ہے۔

ازالہ نمبر۲:...... میں نے کہا وحید بھائی جن واقعات کی طرف آپ اشارہ فرما رہے ہیں وہ کرامات ہیں، ان کو خرق عادات بھی کہتے ہیں یعنی

(1) عادت یہ ہے کہ مرد عورت دونوں کے ملاپ سے اولاد پیدا ہو مگر خرق عادت یہ ہے کہ بی بی مریم کو بغیر مس بشر کے بیٹا مل جائے۔

(2) عادت یہی ہے کہ اونٹنی اونٹنی سے پیدا ہو اور خرق عادت یہ ہے کہ اونٹنی پہاڑ سے پیدا ہو۔

(3) عادت یہی ہے کہ سانپ سپنی کے انڈے سے نکلے اور خرق عادت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن جائے۔

(4) عادت یہی ہے کہ آپریشن یا دوا سے جھلی دور ہو جائے اور نابینا دیکھنے لگے اور خرق عادت یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص اور عیسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ لگنے سے بینائی آجائے۔

(5) عادت یہی ہے کہ بیل بیلوں کی طرح آواز نکالے اور بھیڑیا بھیڑیوں کی طرح مگر خرق عادت یہ ہے کہ بیل اور بھیڑیا انسانوں کی طرح کلام کریں، ان میں جو باتیں عادت ہیں ان میں کچھ انسان کا بھی اختیار ہوتا ہے لیکن خرق عادت میں اختیار اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور ظہور مخلوق کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔

غیر مقلدیت یا عیسائیت پسندی......؟

دیکھئے قرآن پاک میں مسیح علیہ السلام کے معجزات مذکور ہیں، مسلمان بھی ان معجزات کو برحق مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے مگر یہ سب قدرت خداوندی کا ظہور تھا۔ جب مسلمان ان کو قدرت الٰہی کا ظہور مانتے ہیں تو ان کو ہر ہر معجزہ دلیل توحید نظر آتا ہے لیکن عیسائی ان معجزات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عادت اور ان کے اختیار سے مانتے ہیں تو انہوں نے ایک ایک معجزہ کو دلیل شرک بنالیا۔ اب ان معجزات سے شرک کشید کر لینا اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا قصور تھا نہ عیسیٰ علیہ السلام کا، قصور تو عیسائی ذہنیت کا تھا جس نے توحید کو شرک بنا ڈالا۔ بالکل اسی طرح ہم اہلسنت والجماعت جب کرامات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کو

خدا تعالیٰ کے علم وقدرت کا کرشمہ یقین کرتے ہیں اس لیے ہمیں ان کرامات میں توحید ہی توحید نظر آتی ہے اور آپ لوگ جب ''تبلیغی نصاب'' کا مطالعہ عیسائی ذہن سے کرتے ہیں تو آپ کو وہ کرامات شرک ہی شرک نظر آتی ہیں تو قصور نہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس نے ان بزرگوں کی عزت افزائی کے لیے اپنی قدرت نمائی کیوں کی اور نہ ہی ان بزرگوں کا، قصور تو سارا اس عیسائی ذہنیت کا ہے۔ اگر آپ بھی اس عیسائی ذہنیت سے توبہ کر کے اسلامی ذہن سے مطالعہ کریں تو آپ کو توحید ہی توحید نظر آئے گی۔

کرامات کا انکار قدرت خداوندی کا انکار ہے

اب وحید صاحب بڑے غصے میں تھے (اور ان نوجوانوں سے جواب دینے کا کہہ رہے تھے) لیکن غیر مقلدین نے اور سوال کیا کہ ان واقعات میں تو ایسی ایسی باتیں ہیں جو ہو ہی نہیں سکتیں، بالکل ناممکن ہے۔ میں نے پوچھا کس سے نہیں ہو سکتیں خالق سے یا مخلوق سے؟ اگر مخلوق سے نہیں ہو سکتیں تو بالکل درست مگر ان کو مخلوق کا فعل قرار دینا ہی تو عیسائی ذہنیت ہے اور اگر کہو کہ خالق سے بھی نہیں ہو سکتیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کا انکار ہے۔ اگر آپ اس کے منکر ہیں اور خالق کی قوت اتنی ہی مانتے ہیں جتنی آپ کی کہ جو آپ سے نہ ہو سکے وہ خدا سے بھی نہیں ہو سکتا تو اپنی توحید کی خیر منایئے اور توبہ کیجئے۔ اللہ والوں کی کرامات کا انکار نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔

وسوسہ نمبر ۵: بزرگوں کی طرف جھوٹے واقعات منسوب ہیں کیونکہ لوگ اپنے بزرگوں کے لیے غلط اور جھوٹے واقعات گھڑ لیتے ہیں تو ان کا کیا اعتبار؟

ازالہ: جھوٹ کہاں نہیں گھڑا گیا لوگوں نے جھوٹے خدا بنائے، جھوٹے نبی بنائے، جھوٹی حدیثیں بنائیں، جعلی کرنسی بنائی تو کیا صرف جھوٹے خداؤں کا ہی انکار کرو گے یا ساتھ ہی سچے خدا کا بھی انکار کرو گے؟ صرف جھوٹے نبیوں کا ہی انکار کرو گے یا سچوں کا بھی انکار کرو گے؟ صرف جھوٹی حدیثوں کا انکار کرو گے یا سچی احادیث کو بھی چھوڑ دو گے؟ صرف جعلی کرنسی سے بچو گے یا اصلی کرنسی بھی گلی میں پھینک دو گے؟ یہاں بھی جھوٹے واقعات کو ماننے کی آپ کو کس نے دعوت دی ہے؟ اور سچے واقعات سے انکار کیوں ہے؟

وسوسہ ٦: وحید صاحب نے غیر مقلدین کا سوال دھراتے ہوئے کہا ایسے واقعات کو کیسے مان لیا جائے؟ ان میں ایسی باتوں کا ذکر ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صحابہؓ کے لیے بھی ظاہر نہیں ہوئیں، نبی اور صحابہ کا مقام تو ولی سے بہت بلند ہے۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک خرق عادت نبی اور صحابی کے ہاتھ پر تو ظاہر نہ ہو اور کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے۔

ازالہ: (مولانا نے جواباً کہا) عجیب بات ہے جہاں قیاس جائز ہو وہاں تو آپ اس کو شرک کہتے ہیں اور خرق عادات میں قیاس شروع کر دیا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو خواب نظر آتے ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا آتے ہیں۔ میں نے کہا بالکل وہی جو انبیاء اور صحابہ کرام کو آئے یا اور بھی؟ اس نے کہا یہاں انبیاء اور صحابہ کا کیا ذکر اللہ تعالیٰ جس کو خواب چاہیں دکھا دیں۔

مثال نمبر ا:...... میں نے کہا بعض اوقات ایک چھوٹے بچے کو خواب نظر آتا ہے اور صبح بتاتا ہے کہ آج خواب میں، میں نے دیکھا کہ نانا ابو آئے ہیں اور واقعتاً وہ آ بھی جاتے ہیں اور خواب سچا ہو جاتا ہے مگر اس خواب کا کوئی یہ کہہ کر انکار نہیں کرتا کہ گھر کے بڑوں کو یہ خواب نہیں آیا تو ہم کیسے مان لیں کہ بچے کو خواب آ گیا؟ (یہ کوئی بھی نہیں کہتا اور سارے مان لیتے ہیں)

مثال نمبر ٢:...... دیکھو بی بی مریم ولیہ ہیں ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو نبی ہیں ان کو نہیں مل رہے یہ اللہ کی دین ہے۔

مثال نمبر ٣:...... سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو خاوند کے ہوتے ہوئے لڑکی بھی نہیں دی اور بی بی مریم کو بغیر خاوند کے لڑکا عطاء فرما دیا۔

مثال نمبر ٤:...... حضرت یعقوب علیہ السلام ہاتھ مبارک روزانہ منہ پر پھرتے ہیں مگر بینائی واپس نہیں آئی، حضرت یوسف علیہ السلام کی صرف قمیض لگنے سے بینائی واپس آ گئی۔

مثال نمبر ٥:...... جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت اٹھائے پھرتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ سفر ہجرت میں آپ ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ پہنچا دے۔

مثال نمبر ٦:...... حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں لیکن تخت بلقیس کا آنا ان کے صحابی کی کرامت ہے۔

مثال نمبر ٧:...... یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے وہ چاہیں تو ہزاروں میل دور بیت المقدس کا کشف ہو

جائے، جنت دوزخ کا کشف ہو جائے اور نہ چاہیں تو چند میل سے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کی غلط خبر آئے اور آپؐ بیعت لینا شروع فرما دیں۔

مثال نمبر ۸:...... وہ نہ چاہے تو کنعان کے کنویں میں یوسف علیہ السلام کا یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہ چلے اور جب چاہے تو مصر سے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو کنعان میں سونگھا دے۔ میں نے کہا آپ جو ساری دنیا کو مشرک کہہ رہے ہیں اس پر نظر ثانی کریں اور توبہ کریں۔ (کرامات میں اللہ کی طاقت کی طرف نظر رکھیں)

صوفیاء کرام کے بارہ میں نواب صدیق حسن کی نصیحت

فضائل اعمال وغیرہ میں صوفیاء پر یہ اعتراض غیر مقلدین کی اپنی کتب سے ناواقفیت کی بناء پر کیا گیا ذیل کی تحریر ان کے مسلم عالم کی ہے۔نواب صاحب فرماتے ہیں:

کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے حالات میں چار امر قابل بحث ہیں۔

(امر اوّل)...... مجاہدات، ان کا تعلق اذواق و مواجید اور محاسبہ نفس و اعمال کے ساتھ ہے۔ انہی اذواق کی منتہا اور غایات کو مقامات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

(امر دوم)...... کشف و ادراک حقائق عالم غیب جس کا تعلق صفات ربانیہ۔ عرش و کرسی و ملائکہ ووحی و نبوت و روح و حقائق موجودات غائب و شاہد و ترکیب اکوان وغیرہ سے ہے۔

(امر سوم)...... تصرفات انواع کرامات کے ساتھ اکوان و عوالم میں۔

(امر چہارم)...... الفاظ موہومہ یعنی شطحیات بعض لوگ ان امور چہارگانہ کے منکر ہیں، بعض محسن ہیں اور بعض تاویلات کے قائل ہیں۔

بہر حال امر اوّل میں کوئی کلام و انکار نہیں ہو سکتا۔ صوفیاء کرام کے اذواق بالکل صحیح ہیں اور ان کا تحقق عین سعادت ہے۔

اسی طرح امر دوم صحیح نا قابلِ انکار ہے اگر چہ بعض علماء نے انکار کیا ہے، مگر یہ انکار حق کے مقابل کوئی چیز نہیں ہے۔

امر سوم یہ انواع متشابہات میں سے ہے اس لیے اس کا تعلق وجدانِ قلبی سے ہے، محض الفاظ ولغت سے ان کی مرادات پر اطلاع نہیں ہو سکتی الفاظ تو محض محسوساتِ متعارفہ کی تعبیر کے

لیے وضع کیے گئے ہیں۔

امر چہارم شطحیات اس کا تعلق غلبہ حال اور واردات سے ہے محسوسات سے بیگانہ وار رہتے ہیں اسی سبب سے بعض اوقات ان کی زبان سے ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں جو ان کے قصد وارادہ سے نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہو وہ ہر طرح معذور اور مجبور ہے اس قسم کے لوگوں میں سے جو شخص صاحب فضل ولائق اقتدا ہو اس کے کلمات موہومہ کو مقصد جمیل پر محمول کرنا چاہیے۔ (ماثر صدیقی ص ۱۵۱/ جلد ۴ مرتب: حضرت پیران پیر اور غیر مقلدین)

وسوسہ نمبر ۷: غیر مقلد نے کہا کیونکہ تبلیغی جماعت والے مقلد ہیں اور یہ جو نماز پڑھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے محض اندھی تقلید ہے کیا یہ نماز قبول ہو گی؟

ازالہ: آپ ایمانداری سے بتائیں کہ آپ کو تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نماز کے ہر ہر قول اور ہر ہر فعل کی دلیل تفصیلی یاد ہے؟ اگر ہے تو ذرا سنا دیں! اس نے کہا کہ دو تین مسائل کے علاوہ مجھے کسی مسئلے کی دلیل یاد نہیں۔ میں نے کہا تو آپ کے اقرار سے آپ کی نماز ستانوے فیصد تقلیدی ہے وہ کیسے قبول ہو گی؟ اب وہ پریشان سا ہوا کہنے لگا وہ کہتے ہیں کہ:

وسوسہ نمبر ۸: ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور حنفیوں سے حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور لاکھوں روپے انعام رکھتے ہیں مگر کوئی حنفی جواب نہیں دیتا۔

ازالہ: ہم بھی دو حدیثیں آپ سے پوچھتے ہیں آپ ہی میرا مطالبہ پورا فرما دیں اور کروڑ روپیہ فی حدیث انعام لے لیں۔

غیر مقلدین سے چند سوالات

پہلا سوال:...... ایک حدیث ایسی لائیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو ۱۱۳ سورتیں پڑھنی حرام ہیں، صرف ایک سورۃ فاتحہ پڑھنی فرض ہے اس کے پڑھے بغیر مقتدی کی نماز نہیں ہوتی اور اس حدیث کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو (کیونکہ تمہارے نزدیک اللہ اور رسول ﷺ کے سوا کسی کی بات حجت نہیں)

دوسرا سوال:...... چار رکعت نماز میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں۔ آپ نہ آٹھ سجدوں میں جاتے وقت رفع یدین کرتے ہیں اور نہ اٹھتے وقت۔ گویا سولہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور دوسری اور چوتھی

رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تو کل اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور چار رکعت میں رکوع ہوتے ہیں۔ آپ رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں، یہ آٹھ رفع یدین ہوئیں اور پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں تو کل دس جگہ رفع یدین ہوئیں۔ آپ ایک اور صرف ایک اور صرف ایک حدیث پیش فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور دس جگہ کرتے تھے اور یہ آپ کا ہمیشہ کا عمل تھا جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی؟ اور اس حدیث کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو۔ ہم آپ کو انعام بھی دیں گے اور اہلحدیث بھی ہو جائیں گے۔ صرف ایک غیر جانبدار عربی پروفیسر یہ تصدیق کر دے کہ واقعی دونوں حدیثوں میں مطلوبہ پانچ باتیں پائی گئی ہیں۔ وحید صاحب نے کہا مجھے تو ایسی حدیثیں معلوم نہیں میں اپنے (غیر مقلدین) علماء سے ان کا مطالبہ کروں گا اگر میں لے آیا تو آپ کو اہلحدیث ہونا پڑے گا اور اگر نہ لا سکا تو میں اہلسنت والجماعت حنفی بن جاؤں گا۔ میں نے کہا بالکل درست۔ وہ چلا گیا۔ (اور غیر مقلدین بھی چلے گئے)

اہل حدیث سے مطالبہ حدیث شرارت کیوں؟

تین دن بعد وحید صاحب اکیلے آئے اور کہا میں نے تین دن آرام نہیں کیا، ایک ایک مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ صرف دو مطلوبہ حدیثیں لکھ دو لیکن کسی نے حامی نہیں بھری بلکہ ناراض ہوئے کہ ایسے سوالات ہمارے پاس آئندہ نہ لانا، یہ سوالات محض شرارت کے لیے ہیں۔ وحید صاحب کہتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ اگر ایسے سوال آپ کریں تو اس کو تو آپ عمل بالحدیث کہتے ہیں اور وہ لوگ آپ سے حدیث پوچھ لیں تو اس کو آپ شرارت کہتے ہیں۔ وحید صاحب نے کہا کہ وعدہ کے مطابق تو مجھے اہلسنت والجماعت حنفی بن جانا چاہیے مگر میرے ابھی اور بھی اشکالات ہیں۔

صرف دو حدیثوں کا سوال

وسوسہ نمبر۹: وحید صاحب نے کہا معلوم ہے ہوا کہ سورۃ فاتحہ فرض ہے اور مقتدی اگر سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔

ازالہ: میں نے کہا کہ دو آیتیں یا حدیثیں مجھے لکھوا دیں میں آپ کا بہت شکر گزار رہوں گا۔ ایک تو

یہ کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض ہے اور دوسری حدیث یہ لکھوائیں کہ نماز میں کل فرائض کتنے ہیں؟ آپ کے تمام علماء مل کر یہ دو حدیثیں نہیں دکھا سکتے۔

میں نے کہا وحید صاحب! اہلسنت والجماعت کا دین کامل ہے ان کا فقہ میں فرائض کی پوری تفصیل ہے، غیر مقلدین کا دین ناقص ہے یہ بے چارے کسی حدیث سے مکمل فرائض نہیں دکھا سکتے اس نے کہا یہ کیا بات ہے اگر نہ دکھا سکیں گے تو میں وہ ناقص دین چھوڑ دوں گا۔

میں نے کہا اب تک آپ جو نماز پڑھتے آرہے ہیں آپ کو فرائض تک معلوم نہیں چہ جائے کہ ان کے دلائل، تو آپ یہ نماز کن کی اندھی تقلید میں پڑھ رہے ہیں۔ تقلید تو آپ کے ہاں شرک ہے تو نماز پڑھ کر آپ نمازی بنتے ہیں یا مشرک؟۔

رفع یدین کے متعلق ایک سوال

وسوسہ نمبر ۱۰: اس نے کہا کہ اٹھارہ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت ہے اور دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنا سنت ہے اور حنفیوں کی نماز بالکل خلاف سنت ہے۔

ازالہ: میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کامل اہلحدیث بنوں نہ کہ آپ کی طرح ناقص، اس لیے یہاں بھی آپ دو احادیث مجھے دکھائیں ایک وہ حدیث جس میں صراحت ہو کہ اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین سنت ہے اور دس جگہ رفع یدین کرنا سنت ہے اور دوسری وہ حدیث دکھائیں کہ چار رکعت نماز میں کل کتنے اقوال اور افعال سنت ہیں تا کہ پتہ چلے کہ آپ کا دین کامل ہے یا ناقص؟ اس نے کہا مجھے تو ایسی حدیث یاد نہیں میں نے کہا بڑی حیرت ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو آپ مشرک اور بے نماز کہتے نہیں تھکتے اور اپنی نماز سے اتنے غافل ہیں کہ نہ نماز کے فرائض کی حدیث یاد ہے نہ نماز کی سنتوں کی حدیث یاد ہے قیامت کو حساب پوری نماز کا ہوگا یا صرف ایک فرض اور ایک سنت کا؟ آپ اپنے پر رحم کریں اور دوسروں کو بے نماز کہنے کی بجائے اپنی مکمل نماز حدیث سے ثابت کریں۔

وسوسہ نمبر ۱۱: مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے متعلق وحید صاحب نے کہا کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ازالہ: میں نے کہا ”آپ پوری امت شاید کسی غیر ذمہ دار غیر مقلد کو سمجھتے ہیں وحید صاحب! آپ کو شاید معلوم نہیں کہ غیر مقلد علماء نے اس مسئلہ میں ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ سنئے! امام احمد

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قرأت کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ ہیں اور یہ آپؐ کے صحابہؓ اور تابعین رحمہم اللہ ہیں اور یہ امام مالک ہیں اہل حجاز ہیں، یہ امام ثوری رحمۃ اللہ ہیں اہل عراق میں یہ امام اوزاعی رحمہ اللہ ہیں اہل شام میں اور یہ امام لیث رحمہ اللہ ہیں اہل مصر میں، ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قرأت کرے اور مقتدی قرأت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے۔ (مغنی ابن قدامہ ج۱/ص۲۰۲) وحید صاحب! معلوم ہوگیا کہ پورے خیر القرون میں ایک مسلمان بھی بے نماز کہنے میں ان کا ہمنوا نہیں ہے۔

پوری امت سے ہٹ کر موقف اختیار کیا ہے

مزید پڑھیے امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر دور قریب کے محققین علمائے اہلحدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے، وہ بے نماز ہے وغیرہ۔ اس لیے اگر آج بعض حضرات نے جو قدم اٹھایا ہے اسے پیش قدمی نہیں کہا جا سکتا پھر جماعت کے ناموراور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا۔ (توضیح الکلام ج۱/ص۴۳)

(یہ مذکورہ کتاب غیر مقلدین کے مستند عالم کی ہے)

مزید سنئے ارشاد الحق اثری (غیر مقلد عالم) لکھتے ہیں ''فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعی رحمہ اللہ سے لے کر مؤلف خیر الکلام تک کسی ذمہ دار محقق عالم نے نہیں دیا۔'' (توضیح الکلام ج۱/ص۹۹)

نیز لکھتے ہیں: ''امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر تمام محققین علمائے اہلحدیث میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے، کافر ہے۔'' (توضیح الکلام ج۱/ص۵۱)

نیز تحریر کرتے ہیں: ''ہمارا تو مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بنا پر اجتہادی ہے پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری اپنی تحقیق پر عمل کرلے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔''

۳۲و توضیح الکلام از ارشاد الحق اثری ج۱/ص۴۵)

عجیب تضاد ہے

اب وحید صاحب بار بار ان اردو عبارات کو پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اہلحدیث مذہب بھی عجیب ہے۔ تقریروں میں رات دن ہمیں کہتے ہیں کہ یہ حنفی بے نماز ہیں مگر تحریروں میں ایسے سب لوگوں کو غیر محقق اور غیر ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ اس سے تو یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ ان لوگوں کا کوئی ٹھوس مسلک نہیں محض اہلسنت والجماعت سے ضد ہے۔ اپنے گھر بیٹھ کر خوب ضد کو ظاہر کیا، ان کو بے نماز اور مشرک تک کہا، جہاں اہلسنت سے آمنا سامنا ہوا تو ہتھیار ڈال دیے اور اپنے سارے فرقے کو غیر محقق اور غیر ذمہ دار قرار دے دیا' گویا یہ فرقہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔



ہدایہ پر اعتراضات

وسوسہ نمبر ۱۲: وحید صاحب نے کہا کہ غیر مقلدین کے بقول ضد اور جھوٹ تو حنفیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ دیکھو پہلے حنفی ضد نہیں کرتے تھے لیکن آج کل کے حنفی تو نہ قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور نہ فقہ حنفی کو۔ دیکھئے ہدایہ میں لکھا ہے پگڑی پر مسح جائز ہے۔ (ج ۱/ص ۱۰) آنحضرت ﷺ کا عمل دوام غلس میں (فجر اندھیرے میں پڑھنے کا) تھا (ج ۱/ص ۱۷۲) اذان میں ترجیع ثابت ہے (ج ۱/ص ۲۹۲) حضرت مولانا مظہر جان جاناں ہمیشہ سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ج ۱/ص ۳۹۱) ایک وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے (ہدایہ ج ۱/۵۲۹) ابن ہمام نے کہا رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کی حدیث صحیح ہے (ج ۱/ص ۵۳۰) لیکن آج کل کے حنفی محض اہلحدیث کی ضد میں ہدایہ کے مسائل پر عمل نہیں کرتے۔

ازالہ: میں نے کہا آپ نے ہدایہ کے حوالوں میں باقاعدہ جلد اور صفحہ بھی بتایا ہے مگر یہ سب حوالہ جات بالکل جھوٹے ہیں ہدایہ میں تو ان کے خلاف لکھا ہے:

(1)...... **لا یجوز المسح علی العمامۃ**...... (ج ۱/ص ۴۰) پگڑی میں مسح جائز نہیں۔

(2)...... **یستحب الاسفار بالفجر لقولہ علیہ السلام اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر** ...... مستحب ہے کہ نماز روشنی میں پڑھی جائے اس لیے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا خوب روشن کر کے نماز پڑھو اس میں زیادہ اجر ہے۔

(3)...... **لا ترجیع فی المشاہیر** ...... احادیث مشہورہ میں ترجیع نہیں ہے۔ (ج ۱/ص ۲۱۰)

(4)...... صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۰ھ میں ہوا جب کہ مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۱۱ھ میں ہوئے تو چھ سو سال پہلے کی کتاب میں ان کا سینے پر ہاتھ باندھنا کیسے لکھا گیا ہے؟

(5)...... ہدایہ میں تو ہے ...... **حکی الحسن اجماع المسلمین علی الثلاث**...... امام حسن بصری رحمہ اللہ نے سب مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ وتر تین ہیں۔

(6)...... شیخ ابن ہمام نے ۸۲۱ھ میں وصال فرمایا جب کہ صاحب ہدایہ ۵۹۰ھ میں وصال فرما چکے تھے تو اپنی پیدائش سے تین سو سال قبل ہی ہدایہ میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا مسئلہ کیسے لکھ

گئے؟ آخر آپ لوگ عقل کے پیچھے کیوں لٹھ لیے پھر رہے ہیں؟

وحید صاحب نے کہا یہ حوالے ہمارے مولوی یوسف جے پوری نے حقیقۃ الفقہ میں لکھے ہیں اگر یہ میں اصل عربی ہدایہ سے نہ دکھا سکا تو پھر اہلحدیث کے مذہب کے جھوٹے ہونے میں مجھے ذرہ بھر شک نہیں رہے گا۔

یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

میں نے کہا جیسے پہلے آپ کی خواہش کے مطابق ہم نے دو احادیث مانگیں وہ ان سے آپ نہ لا سکے، نماز کے مکمل فرائض اور مکمل سنتیں حدیث سے نہ دکھا سکے، اب فقہ پر ایک ہی سانس میں چھ جھوٹ بول دیے، یہ بھی آپ ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔ دیکھئے ضد اور جھوٹ حنفیوں کی عادت ہے یا آپ کا اوڑھنا بچھونا۔

ضد احناف کرتے ہیں یا......؟

میں نے کہا ''اس ملک میں اہلسنت والجماعت حنفی ہی اسلام لائے، قرآن لائے، سنت لائے، فقہ لائے، اور لاکھوں کافروں کو مسلمان کیا جب یہ فرقہ پیدا ہوا، تو اس نے ضد کو ہی اپنا روز مرہ کا معمول بنالیا۔ چند مسائل بطور نمونہ دیکھیں:

1)...... حنفی کہتے تھے منی ناپاک ہے۔ انہوں نے ضد میں کہہ دیا منی بالکل پاک ہے۔

(عرف الجادی ص ۱۰، کنز الحقائق ص ۱۲، نزل الابرار ج ۱/ص ۴۹، بدور الاہلہ ص ۱۵)

2)...... حنفی کہتے تھے کہ تھوڑے پانی مثلاً ایک لوٹے میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے اگر چہ اس پانی کا رنگ یا بو یا مزا نہ بدلے تو بھی ناپاک ہے مگر حکیم صادق سیالکوٹی نے صاف کہا کہ جب تک نجاست کی وجہ سے تینوں وصف رنگ، بو، مزہ نہ بدلیں اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۵۳)

3)...... حنفی کہتے تھے کہ خمر (شراب) نجس العین ہے مثل پیشاب کے مگر ضد کا خدا برا کرے وحید الزمان نے صاف لکھ دیا کہ پاک ہے۔ (نزل الابرار ج ۱/ص ۴۹)

4)...... حنفی مردار، خنزیر اور خون کو ناپاک کہتے تھے انہوں نے محض ضد میں ان کو پاک کہہ

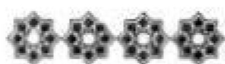
دیا۔ (بدور الاہلہ، عرف الجادی ص ۱۰)

معلوم ہوا ان کے ہاں منی، خنزیر، مردار، خون سے پورا جسم اور کپڑے لت پت ہوں تو بھی ان کا جسم اور کپڑے پاک ہیں۔ وحید صاحب! کیا ہی خوب ہو کہ ایک دن یہ پورا نقشہ بنا کر آپ نماز پڑھیں۔ چلو زندگی کی ایک ہی نماز عمل بالحدیث پر ادا ہو جائے کیا خیال ہے؟

5)...... حنفی کہتے تھے کہ استنجاء کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پشت، لیکن انہوں نے ضد میں کہہ دیا: "ولا یکرہ الاستقبال والاستدبار للاستنجاء" (نزل الابرار ج ۱/ص ۵۳) یعنی استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پشت کرنا مکروہ نہیں۔

6)...... احناف کہتے تھے کہ بے وضو آدمی کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ محدث رامسِ مصحف جائز باشد (عرف الجادی ص ۱۵) یعنی بے وضو شخص کا قرآن کو چھونا جائز ہے۔ ضد کا تو یہ حال ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں: ''ایک اور عجوبہ سماعت فرمائیں آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہر حال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے مگر اہلحدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا اجہاد ہے۔ چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استنجاء خانے گرا کر از سرِ نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳/ص ۱۰۹)



بہشتی زیور پر اعتراضات

وسوسہ نمبر ۱۳: وحید صاحب کہنے لگے کہ اگر اہل حدیثوں نے حنفیوں سے ضد کی ہے تو حنفی حدیث رسول سے ضد کرتے ہیں۔ دیکھو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ”کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات دفعہ دھودو“ لیکن ”بہشتی زیور“ میں ہے کہ سات دفعہ نہیں تین دفعہ دھودو۔ دیکھو مکے والا دین کوفہ میں آ کر کس طرح بدل گیا اس ضد کا کوئی ٹھکانہ ہے کہ نبی ﷺ کچھ کہیں امام ابو حنیفہ صاحب رحمہ اللہ کچھ۔

ازالہ: میں نے کہا وحید صاحب! حضرت عطاء مکہ کے مفتی تھے جنہوں نے دوسو صحابہؓ کی زیارت کی وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ پانی بہادے اور برتن کو تین بار دھولے (الکامل لابن عدی) پھر حضرت عطاء رحمہ اللہ خود ابو ہریرہؓ سے یہی فتویٰ نقل فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ دھویا جائے (دار قطنی ج۱/ص ۶۶) پھر خود عطاء رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں سات دفعہ دھونا بھی سنا ہے۔ پانچ دفعہ بھی اور تین دفعہ بھی۔ (عبدالرزاق ج۱/ص ۹۷)

وحید صاحب......! افسوس ہے کہ آپ نے ”بہشتی زیور“ کے بارہ میں غلط بیانی فرمائی ہے کہ اس میں سات دفعہ دھونے سے منع کیا ہے۔ حضرت نے بہت احتیاط فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: کتے کا جھوٹا نجس ہے اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا دھونے سے سب پاک ہو جاتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھووے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جاوے (بہشتی زیور حصہ اوّل جانوروں کے جھوٹے کا بیان مسئلہ نمبر۲) وحید صاحب فرمایئے کہ یہ کس حدیث کے خلاف ہے؟

آئینہ دکھایا تو بُرا مان گئے

اب ذرا نواب صدیق حسن خاں کی بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں۔ کتے کے منہ ڈالنے والی

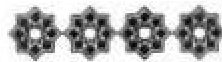
حدیث پورے کتے، اس کے خون، بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔

(بدور الاہلہ ص ۱۶)

اور نواب وحید الزمان فرماتے ہیں: ''لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جھوٹے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ راجح یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہے ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب، پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(نزل الابرار ج ۱/ ص ۵۰)

وحید صاحب! آپ نے دیکھا ان حضرات کو کتے سے کتنا پیار ہے؟ اس کا خون بھی پاک پیشاب بھی پاک، پاخانہ بھی پاک، لعاب اور جھوٹا بھی پاک۔



فضائل اعمال کے حصہ

(حکایاتِ صحابہ ؓ) پر اعتراضات

وسوسہ نمبر ۱۴: وحید صاحب نے کہا کہ حکایات صحابہ ؓ میں شیخ الحدیث صاحب نے یہ متضاد بات لکھ دی ہے ص ۳۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت حنظلہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ حالت باقی نہیں رہتی، جو حضور اقدس ﷺ کی پاک صحبت میں ہوتی ہے اس لیے مجھے نفاق کا ڈر ہے اور ص ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ حضرت حنظلہ ؓ کی نئی شادی ہوئی تھی وہ بلا غسل میدان جہاد میں تشریف لے گئے اور شہید ہو گئے تو ملائکہ نے انہیں غسل دیا تو ان کے بچے تھے کہاں جن میں مشغولیت سے انہیں نفاق کا خوف ہوتا؟ ایسی متضاد باتوں کی وجہ سے ہی پڑھے لکھے لوگ اس کتاب سے متنفر ہوتے جارہے ہیں۔

ازالہ: میں نے کہا الحمد للہ پڑھی لکھی دنیا اس کتاب کی برکات سے دین کی دلدادہ بن رہی ہے ہاں ان پڑھ اور ضدی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ جس واقعہ میں حضرت حنظلہ ؓ نے نفاق کا ڈر ظاہر کیا ہے وہ حضرت حنظلہ ؓ بن الربیع کاتب رسول ہیں اور جن حضرت حنظلہ ؓ کو فرشتوں نے غسل دیا وہ حضرت حنظلہ ؓ بن مالک ہیں۔ یہ تفصیل بحوالہ مرقاۃ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۹۷/ج ۶ پر ہے۔ جب وحید صاحب کو یہ دکھایا گیا تو وہ بہت پریشان ہوئے اور توبہ توبہ کررہے تھے کہ ہم تو اس اعتراض کو بہت اچھالتے ہیں اور کتنے لوگوں کو ہم نے پریشان کیا تو اب پتہ چلا کہ یہ بیماری ان کی اپنی کم علمی تھی۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے)

وسوسہ نمبر ۱۵: وحید صاحب نے کہا کہ خون کا حرام ہونا قرآن پاک کی قطعی نص سے ثابت ہے لیکن حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دو صحابہ کرام ؓ کے خون پینے کا واقعہ ذکر کیا اور حضرت نبی کریم ﷺ کو بھی علم ہوا اور آپ ﷺ نے ان پر کوئی ناراضگی نہ فرمائی بلکہ فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی کیا اللہ کے نبی قرآن کی مخالفت کر سکتے ہیں؟

ازالہ نمبر ۱: میں نے کہا کہ ان دو میں ایک واقعہ تو حضرت ابو سعید خدری ؓ کے والد

محترم حضرت مالکؓ بن سنان کا ہے اس کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (الاصابہ ج ۳/ ص ۳۴۶) اور ابن البرؒ نے الاستیعاب ج ۳/ ص ۳۷۰ پر کیا ہے تو کیا آپ ان دونوں حفاظ کو بھی حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ اعتراض میں شامل کریں گے یا نہیں؟

ازالہ نمبر ۲: دوسرے یہ کہ حضرت مالکؓ بن سنان احد میں ہی آخر میں شہید ہو گئے۔ (الاستیعاب ج ۳/ ص ۳۷۰)

دیکھئے احد میں شہید ہونے والوں میں بعض وہ بھی تھے، جنہوں نے شراب پی تھی، کیونکہ ابھی شراب کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا تو کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ احد سے پہلے خون یعنی دمِ مسفوح کی حرمت نازل ہو چکی تھی؟ امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ج ۲/ ص ۲۱۶ پر فرماتے ہیں کہ دمِ مسفوح والی آیت حجۃ الوداع کے دن عرفہ میں نازل ہو چکی تھی آپ کا اعتراض ہی باطل ہے ہاں نبی اقدسؐ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجبات میں سے ہے، اس لیے کسی صحابیؓ کے شراب پینے کا ذکر پڑھ کر ہم فوراً یقین کر لیں گے کہ یہ حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(نوٹ: اس مسئلہ پر اہم معلومات اگلے صفحات میں پڑھیے!)

ایسے ہی کسی صحابی کے خون پینے اور اس پر حضور اقدس ﷺ کے نہ ڈانٹنے سے یقیناً یہی سمجھا جائے گا کہ حرمت سے قبل کا واقعہ ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر حضور اقدسؐ کے وصال کے وقت نو سال کے تھے ان کا واقعہ بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ ج ۲/ ص ۳۱۰ پر نقل کیا ہے تو کیا اس اعتراض میں حافظ ابن حجر کو بھی شریک کیا جائے گا یا نہیں؟ انہوں نے بچپن میں یہ حرکت کی تو اگر حرمت سے پہلے کی بات ہے، تو اعتراض ہی نہیں اور بعد میں کی تو اس جملہ میں ڈانٹ موجود ہے جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو آگ چھو نہیں سکتی، مگر تیرے لیے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے۔

اپنی کتابیں بھی دیکھیں

اس قسم کے اعتراض کسی علمی بنیاد پر نہیں محض ضد پر مبنی ہیں۔ دیکھو حنفی کہتے ہیں کہ امام ناپاک ہو غسل کئے بغیر نماز پڑھا دے یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دے، تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی لیکن علامہ وحید الزمان ضد میں [illegible] یہ لکھ گئے کہ امام جنابت یا بے وضو ہونے کی حالت میں نماز

پڑھائے تو مقتدیوں کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (نزل الابرار ج ۱/ ص ۱۰۱)

اہلسنت کہتے ہیں کہ کافر کے پیچھے مسلمان کی نماز نہیں ہوتی مگر وحید الزمان صاحب کہتے ہیں ہو جاتی ہے۔ (نزل الابرار ج ۱/ ص ۱۰۱)

وسوسہ نمبر ۱۶: وحید صاحب نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے تو تحریر کیا ہے کہ حضور ﷺ کے فضلات پیشاب، پاخانہ وغیرہ سب پاک ہیں۔

ازالہ: میں نے کہا فضلہ کا معنی بچا ہوا پھوک ہے معدہ کھانے کو پکاتا ہے اس میں اصل قوت جگر کھینچ لیتا ہے اور پھوک پاخانہ بن کر نکل جاتا ہے یہ معدے کا فضلہ ہے پھر جگر خون تیار کر کے دل کو دیتا ہے اور جو پھوک رہ جاتا ہے وہ پیشاب بن کر خارج ہو جاتا ہے یہ جگر کا فضلہ ہے پھر وہ خون ایک ایک رگ کو سٹیم مہیا کرتا ہے اس خون سے جو فضلہ بچتا ہے وہ مسامات میں پسینے کی شکل میں خارج ہو جاتا ہے، پھر وہ جو خون جزو بدن اور گوشت بن گیا اس کا پھوک میل کچیل کی شکل میں مسامات کے ذریعے نکلتا ہے۔

(1)...... لیکن یہ تو صراحۃً ثابت ہے کہ عوام کے میل کچیل پر مکھی بیٹھتی ہے مگر آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

(2)...... اور یہ بھی متفق علیہ حقیقت ہے کہ عوام کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کا پسینہ مبارک دنیا کی اعلیٰ ترین خوشبوؤں کو شرماتا تھا۔

(3)...... آپ ﷺ کی نیند مبارک کو بھی نیند ہی کہا جاتا تھا مگر وہ نیند ہماری ہزار بیداریوں سے اعلیٰ وارفع تھی، آپ ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا تھا۔

(4)...... آپ ﷺ کی نیند مبارک سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا تو جیسے آپ ﷺ کا پسینہ مبارک پسینہ ہی کہلاتا ہے مگر کس نے کہا کہ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو عام انسانوں جیسا سمجھا جائے وہ آپ کے لیے پسینہ ہی تھا مگر عشاق کیلئے بہترین خوشبو۔

(5)...... بادام روغن زکالنے کے بعد جو بادام کا فضلہ بچتا ہے وہ بادام کا تو فضلہ ہی ہے مگر بنولہ کہے کہ میرے فضلہ جیسا ہے تو کوئی عقلمند اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ آنحضرت ﷺ بے شک انسان تھے لیکن آپ ﷺ کو جن خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا ان خصائص کا انکار کیوں کیا جائے؟

(6)...... یاقوت بھی پتھر ہے، حجر اسود بھی ایک پتھر ہے مگر یاقوت اس کا مقابلہ کہاں کرسکتا ہے حجر اسود جنت سے آیا ہوا ہے۔

(7)...... حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے خواص رکھ دیئے ہیں اسی لیے ان اجسام مطہرہ کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے ان اجسام مطہرہ کا پسینہ مثل جنت کے پسینے کے خوشبودار بنا دیا گیا اسی طرح دوسرے فضلات بھی اگر خصوصیت طہارت رکھتے ہوں تو اس میں کیا اشکال ہے؟ (اس سوال کا ایک تفصیلی جواب آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائیں۔مرتب)

روشنی کی طرف

وحید صاحب میری یہ ساری باتیں ٹیپ کر کے لے گئے، دودن بعد آئے اور کہنے لگے ''جس طرح مطلوبہ احادیث وہ لوگ پیش نہیں کرسکے اسی طرح حقیقۃ الفقہ والے نے جو غلط حوالہ جات ہدایہ کے دیے ہیں وہ بھی عربی ہدایہ سے نہیں دکھا سکے اور ''صلوٰۃ الرسول'' کے غلط حوالے بھی صحاح ستہ سے نہیں دکھا سکے، نہ ہی صلوٰۃ الرسول کے فضائل تو کجا احکام میں ضعیف احادیث پیش کرنے کا کوئی جواب ان کے پاس ہے اور مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اس فرقہ کا کوئی اصول نہیں اس کی بنیاد صرف اور صرف اہلسنت والجماعت کی ضد پر ہے۔ آپ نے جو مسائل ان کے بتائے وہ ضد کا واضح ثبوت ہی ہیں۔ میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں کہ دعوت وتبلیغ والے ایسے لوگوں کو چھوڑ کر جن کی صورت اور سیرت سے پیغمبر پاک ﷺ کی سنتیں نمایاں تھیں، جو خوف خدا کی دولت سے مالا مال تھے، جو حرام وحلال کا امتیاز کرتے تھے، جن کا دن رات اس فکر میں گزرتا تھا کہ نبی پاکؐ کا طریقہ کسی طرح دنیا میں جاری ہوجائے، میں ان چھوکروں کے پیچھے لگ گیا جن کے پلے میں بجز اکابر اہل اسلام پر بدزبانی کرنے اور ان کے خلاف بدگمانی پھیلانے اور مسلمانوں کو اکابر اہل اسلام سے متنفر کرنے کے کوئی کام نہیں ہے اب میں تہ دل سے توبہ کرتا ہوں کہ الحمدللہ مسلک حقہ اہلسنت والجماعت حنفی پر ہی قائم رہوں گا اور اس کے خلاف وسوسے پھیلانے والوں سے خود بھی خبردار رہوں گا اور دوسروں کو بھی خبردار کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور دین میں وسوسے

ڈالنے والوں کے شر سے محفوظ فرمائیں۔ (تجلیات جلد ۱ ص ۴۶۰ سے مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کے ملفوظات کو ایک خاص انداز میں مرتب کیا گیا)

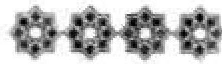
اٰمین یااِلٰہ العَالَمِینَ

باتوفیق قارئین سے درخواست

عالمی دینی تحریک پر سوالات کے جوابات آپ نے پڑھے۔ ہر دور میں اہل علم نے دینی تحریکوں پر اعتراضات کے بھرپور جوابات دیے ہیں اور ان سے خاطر خواہ فائدہ ہوا لیکن ان حضرات نے فائدہ حاصل کیا جنہوں نے تعصب سے بالاتر ہوکر پڑھا۔

اکثر و بیشتر سوالات کی وجہ بدگمانی ہے اور اس کا علاج صرف یہ ہے چند دن اس جماعت کے ساتھ رہ کر اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جائے۔ الحمدللہ جوابات سے بہت سے معترضین معتقدین بن گئے، فتنہ وفساد کے اس دور میں دُعا کرنی چاہیے کہ:

اے اللہ ہم پر حق واضح فرمادے اور اس کی اتباع نصیب کردے۔ (آمین)۔



''فضائل اعمال'' پر اعتراضات۔ایک اصولی جائزہ

تمہید: حامداً ومصلیاً: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی شہرہ آفاق ومقبول ترین کتاب ''مجموعہ فضائل اعمال'' محتاج تعارف نہیں ہے، نو قیمتی کتابوں (حکایات صحابہؓ، فضائل نماز، فضائل قرآن مجید، فضائل رمضان، درود شریف، فضائل صدقات، فضائل حج) کا یہ مجموعہ ایک گنجینۂ علم معرفت اور مرقع درس عبرت ہے۔ دلوں میں شریعت مقدسہ اور اس کے احکام کی عظمت کا سکہ بٹھانے میں ایک لاجواب کتاب ہے، دعوت اسلامی کا فریضہ انجام دینے والے ہر عالم وغیر عالم کے ہاتھ میں ایک روشن قندیل ہے، جس کی روشنی میں راستہ کے نشیب وفراز سے باخبر ہو کر دعوتی سفر تیز رفتاری کے ساتھ طے کیا جاسکتا ہے، بالخصوص ایک عالم اور صاحب تحقیق کو تو اس کتاب کے ذریعہ متعلقہ مضامین پر نصوص قرآن وحدیث اور اقوال وآثار کا ایک وافر مواد ہاتھ آجانے کے علاوہ مشکل نصوص کے سمجھنے میں بے حد مدد ملتی ہے، کتاب کا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف نہ جانے اخلاص وللّٰہیت کی کس چاشنی میں ڈبویا ہوا ہے کہ جس نے بھی ایک بار چکھا دلدادہ وگرویدہ ہوئے بغیر نہ رہا، اور یہ امر واقعہ ہے کہ اس کتاب نے لاکھوں انسانوں کے دلوں میں انقلاب پیدا کر دیا اور بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ:

''ان (کتب فضائل) سے جو دینی وعملی نفع پہنچا اس کے بارے میں ایک ممتاز معاصر عالم یہ کہنا مبالغہ آمیز نہیں معلوم ہوتا کہ ان کتابوں کے ذریعہ ہزاروں بندگان خدا ولایت کے درجہ تک پہنچ گئے۔''
(ایک عالمی وبین الاقوامی کتاب فضائل اعمال)

آخر تو کوئی وجہ ہے کہ نو اعمال پر مشتمل یہ مجموعہ:

1: آج دنیا کی اکتیس زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔

سعودی عرب، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، ایران، ازبکستان، برما، ملیشیا، انڈونیشیا، انگلینڈ، افریقہ، امریکہ، کناڈا، ترکی، جاپان، زامبیا، سری لنکا، فرانس، فلپائن، کمبوڈیا، کینیا، پرتگال جیسے تئیس ممالک کے ایک سو پینتالیس محققین اور اہل علم ''فضائل اعمال'' کے علمی وتحقیقی خدمت اور اس کو دیگر زبانوں میں منتقل کرنے میں مصروف کار ہیں۔ (ایضاً: ص 21)

(۳) صرف ہندو پاک کی حد تک چوہتر (74) اشاعتی ادارے اس کتاب کو مسلسل شائع کر رہے ہیں۔
(۴) اس لیے بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مختلف زبانوں میں اس کے نسخوں کی مجموعی تعداد کروڑوں کے شمار سے باہر ہے۔

کتب فضائل پر ایک تاریخی نظر

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کی اس کتاب کا موضوع کوئی نیا نہیں، بلکہ عام کتب حدیث کے علاوہ مستقل طور سے دوسری صدی ہجری (جب کہ حدیث نبوی کی باضابطہ تدوین ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی) میں آداب واخلاق، زہد ورقاق' اور فضائل وترغیب پر تصنیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور آج تک قائم ہے۔ کچھ تصنیفات حسب ذیل ہیں:

کتاب الزهد للام عبدالله بن المبارك (ت ۱۸۱ ھ)

فضائل القرآن للام الشافعي (ت ۲۰۴ ھ)

فضائل القرآن لابی عبید (ت ۲۲۴ھ)

کتاب الزهد للام احمد بن حنبل (ت ۲۴۱ھ)

الادب المفرد للام البخاری (ت ۲۵۶ ھ)

کتاب الاداب، کتاب الزهد، وفضائل الاوقات للام البهیقی (ت ۴۵۸ھ)

الترغیب والترهیب لابن شاهین (ت۳۸۵ ھ)

الترغیب والترهیب لابی القاسم اسماعیل بن محمد الاصفهانی (ت ۵۳۵ ھ)

الترغیب والترهیب للحافظ عبدالعظیم بن عبدالمقری المنذری (ت ۶۵۶ ھ)

اذکار اور دعاؤں میں

۱۲ ...... عمل الیوم واللیلة للنسائی (ت ۳۰۳ھ)

۱۳ ...... عمل الیوم واللیلة لابن الحسینی (ت۳۶۴ھ)

۱۴ ...... کتاب الدعاء للطبرانی (ت ۳۶۰ھ)

۱۵ ...... الدعوات الکبیر للبیهقی، الاذکار للنووی (ت ۶۷۶ھ)

درود شریف اور اس کے مخصوص صیغوں کے فضائل پر حافظ شمس الدین سخاوی (ت ۹۰۲ھ) کی

"القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع"

وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک نمایاں کڑی شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا مجموعہ "فضائل اعمال" ہے جو اردو زبان میں اپنی جامعت اور شرح وبسط کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

"مجموعہ فضائل اعمال" کی تالیف

یہ پوری کتاب جو "تبلیغی نصاب" یا "فضائل اعمال" کے نام سے مشہور ہے، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے کسی منظم پروگرام کے پیش نظر تالیف نہیں فرمائی بلکہ مختلف ابواب وموضوعات پر یہ مختلف کتابیں ہیں، جو مختلف اوقات میں مختلف حضرات کے تقاضوں اور اصرار کے نتیجہ میں شیخ نے ترتیب دیں، ان کو جماعت تبلیغ کے ذمہ داران نے جماعتوں میں نکلنے والے احباب کی دینی تعلیم وتربیت کے واسطہ سے تجویز کردیا، اسی لیے اس مجموعہ کو بعض ناشرین نے "تبلیغی نصاب" کے نام سے شائع کردیا، بہت دنوں تک یہ نام چلتا رہا بعد میں اصل موضوع کی رعایت سے فضائل اعمال کے نام سے طبع ہونے لگا، ۹ کتابوں کے اس مجموعے کے مفردات کی تالیف اور محرکات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱.....فضائل قرآن مجید:

اوائل ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ میں اس کی تالیف شروع ہوئی اور ۲۹ ذی الحجہ ۴۸ھ کو مکمل ہوئی، حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ایک خلیفہ تھے شاہ یٰسین صاحب نگینوی، انہیں کے ایماء اور خواہش پر یہ کتاب تصنیف کی گئی۔

۲.....فضائل رمضان:

یہ کتاب حضرت نے اپنے چچا جان مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ بانیٔ تحریک تبلیغ کی فرمائش پر رمضان ۱۳۴۹ھ میں تالیف فرمائی، اور تکمیل ۲۷ رمضان المبارک کو ہوئی۔

۳.....فضائلِ تبلیغ:

یہ بھی چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد پر لکھی گئی اور ۵ صفر شب دوشنبہ ۱۳۵۰ھ کو پوری ہوئی،

اس کی تالیف میں چند روز لگے۔

۴......حکایاتِ صحابہؓ:

صفر ۱۳۵۷ھ میں ''اجراڑہ'' جاتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ کو میرٹھ میں شدید نکسیر پھوٹی اور تقریباً دو گھنٹے خون بہہ گیا، ڈاکٹروں اور حکیموں نے آپ کو چند ماہ تک دماغی کام کرنے سے بالکل منع کر دیا، ادھر تقریباً چار برس سے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی طرف سے ''حکایاتِ صحابہؓ'' کی تالیف کا تقاضا تھا، شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس بیماری کے زمانہ کو غنیمت جان کر تعمیل ارشاد میں پڑے پڑے کچھ لکھتا رہا اور ۱۲ شوال ۵۷ھ کو پوری ہوگئی۔''

۵......فضائل نماز:

یہ بھی چچا جان نوراللہ مرقدہٗ کے حکم کی تعمیل میں لکھی گئی اور ۷ محرم ۱۳۵۸ھ شب دوشنبہ میں پوری ہوئی۔

۶......فضائل ذکر:

یہ بھی چچا جان قدس سرہ ہی کی تعمیل ارشاد میں لکھی گئی اور ۲۶ شوال ۱۳۵۸ھ شب جمعہ کو پوری ہوئی۔

۷......فضائلِ حج:

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کے شدید اصرار اور تقاضے پر یہ کتاب تالیف فرمائی، ۳ شوال ۱۳۶۶ھ کو اس کی ابتدا ہوئی اور ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ بروز جمعہ اس سے فراغت ہوئی، اصل کتاب کی تالیف مرکز نظام الدین میں ہی رہ کر ہوئی، کیوں کہ ۴۷ھ کے قیامت خیز ہنگامہ کی وجہ سے شیخ کو چار ماہ مرکز نظام الدین میں محبوس ہونا پڑا تھا، شیخ فرماتے ہیں: ''نفس رسالہ سے فراغت تو شوال ہی میں ہوگئی تھی لیکن کچھ حکایات کا اضافہ سہارن پور واپسی پر ہوا'' اس رسالہ کی مقبولیت و افادیت اتنی بڑھی کہ شیخ فرماتے ہیں: ''ہزاروں خطوط اس نوع کے پہنچے کہ اس رسالہ سے حج و زیارت میں بہت لطف آیا۔''

۸......فضائل صدقات:

حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کی جانب سے دو کتابوں کے لکھنے کی تاکید تھی، ایک فضائل

زکوۃ اور دوسری فضائل تجارت، چنانچہ فضائل حج کی تکمیل کے بعد مرکز نظام الدین ہی میں شیخ نے فضائل صدقات کی بسم اللہ کر دی، جو ۲۲ صفر ۱۳۶۸ھ کو سہارن پور میں مکمل ہوئی۔

۹.....فضائل درود:

فضائل کے سلسلے کا یہ آخری رسالہ ہے اسے بھی شیخ نے شاہ یٰسین نگینوی کی فرمائش اور خواہش پر تکمیل میں رقم فرمایا، شاہ صاحب کا انتقال تو ۳۰ شوال ۱۳۶۰ھ میں ہی ہو گیا تھا، لیکن آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد بھی مولانا زکریا سے اس کتاب کے لکھنے کا تقاضا جاری رکھا جائے۔ شیخ فرماتے ہیں:

''مگر بداعمالیوں نے مہلت نہ دی لیکن ۱۳۸۳ھ میں مدینہ پاک حاضری پر شدت سے اس کا تقاضا شروع ہوا، واپسی پر بھی تسائل ہوتا رہا اور ۲۵ رمضان ۸۴ھ کو بسم اللہ کر ہی دی اور ۶ ذی الحجہ ۸۴ھ کو دفعۃً ختم کر دی۔'' (آپ بیتی نمبر:۲۔ص:۱۷۸)

اللہ تعالیٰ نے ان کتب فضائل کو وہ مقبولیت عطا فرمائی کی محتاج بیان نہیں اور موافق و مخالف ہر ایک کو تسلیم ہے کہ کوئی بھی دینی کتاب اس کثرت سے نہیں پڑھی جاتی، جتنے کہ یہ رسائل پڑھے اور سنے جاتے ہیں، جس کی کچھ تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

دنیا کی ریت ہے کہ ہر پھلدار درخت پر ڈلے مارے جاتے ہیں، سورج جو اپنی بھرپور ضیاء پاشی سے عالم کو منور کرتا ہے، شپرہ چشم کو اس کی تابانی یکسر ناقابل برداشت ہوتی ہے، چنانچہ اس کتاب پر بھی مختلف حلقوں کی جانب سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی، طرح طرح کی نکتہ چینیاں کی گئیں، ہمیں اس حقیقت سے قطعاً انکار نہیں کہ روئے زمین پر خدا کی کتاب کے علاوہ کوئی کتاب نقص و خلل سے محفوظ نہیں، بڑے بڑے اصحاب علم سے ان کی گراں قدر تصنیفات میں کچھ نہ کچھ فروگذاشتیں ہوئی ہیں جو کتاب کی گوں ناگوں خوبیوں کے بالمقابل نہ کچھ حیثیت رکھتی ہیں اور نہ ہی علمی حلقوں نے کوئی حیثیت دی ہے۔

خلاصہ بحث

اس مقالہ میں اعتراضات کی بنیادی طور پر تین قسمیں قرار دی گئی ہیں۔

۱۔ اشکالات جو کسی طالب حق کو پیش آتے ہیں اور اہل علم سے رجوع کرنے پر تھوڑی بہت وضاحت سے ختم ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے یہ اشکالات مستقل موضوع بحث بنانے کے لائق نہیں، اور نہ ہی ان اشکالات کا کوئی دیرپا اثر ہوتا ہے۔

۲۔ وہ اعتراضات جن کا تعلق اس عقلیت پسندانہ رجحان سے ہے، جو تمام ہی نسوص حدیث کو اپنی نام نہاد عقل سلیم کے خلاف قرار دے کر یا اپنی عقل نارسا کے بموجب قرآن سے معارض قرار دیتے ہوئے ٹھکرا دینے کا قائل ہے، خواہ ثبوت واستناد کے اعتبار سے ان کی حیثیت کتنی ہی مضبوط ہو اور خواہ علماء امت نے اس کی کتنی ہی معقول توجیہات کی ہوں، چنانچہ اس کی کئی ایک مثالیں دے کر اختصار کے ساتھ مدلل طور سے اعتراض کو دفع کیا گیا ہے۔

۳۔ وہ تنقیدات جن کی حیثیت علمی ہے اور ان میں بعض پہلوؤں سے وزن بھی محسوس کیا جاتا ہے، ان تنقیدات کا محور یہ ہے کہ مجموعہ ''فضائل اعمال'' میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے کثرت سے ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں کو داخل کر دیا ہے، جس سے اصل دین کی شبیہ مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔

اس طرح کی تنقیدات کے جواب کو اصولی طور پر تین نکتوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ مجموعہ فضائل اعمال کی معتبریت اس کے مصادر و مآخذ کے آئینے میں کیا ہے؟

۲۔ حدیثوں سے استدلال واستشہاد کے وقت کیا اصلاحی اعتبار سے ان کا صحیح ہونا ضروری ہے یا اس سے کم تر درجہ کی حدیثیں بھی کافی ہیں؟ اگر ہیں تو کس حد تک؟ علمائے امت کا کیا معمول رہا ہے؟

۳۔ ترغیب وترہیب کے باب میں نصوص قرآن وسنت کے علاوہ بزرگوں کے اقوال، افعال، حکایات اور منامات ومبشرات کا سہارا لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حد تک؟

پہلے نکتے میں ثابت کیا گیا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے جن کتابوں اور مآخذ کی مدد سے یہ رسائل مرتب فرمائے ہیں وہ علاوہ چند ایک کے، سب بجائے خود قابل اعتماد اور اہل علم کے درمیان مقبول ومستند قرار دی جاتی رہی ہیں اور جو مآخذ غیر مستند ہیں، ان سے استفادہ کی نوعیت بھی واضح کر دی گئی ہے، جس سے فضائل اعمال کی معتبریت متاثر نہیں ہوتی۔

دوسرے نکتے میں ٹھوس دلائل کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ حدیثوں سے استدلال کے لیے ان کا اصلاحی اعتبار سے صحیح یا حسن ہونا ضروری نہیں، بلکہ ضعیف حدیث بھی کافی ہوتی ہے، باب احکام

میں بھی اور فضائل، مناقب، سیر اور ترغیب وترہیب میں بھی۔

پھر باب احکام میں اس کا اعتبار کیے جانے پر چاروں مذاہب کے فقہاء کرام، محدثین اور ظاہریہ سب کی تصریحات پیش کی گئی ہیں۔

باب احکام کے ... میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے اور بیان کرنے کے جواز پر امت کا اجماع اہل علم کی عبارتوں اور ان کے طرز عمل سے ظاہر کیا گیا ہے، حتیٰ کہ جن بڑے اہل علم کی جانب اس سلسلہ میں اختلاف منسوب کیا جاتا ہے ان کی آراء بھی جمہور کے مطابق ہیں اور اس پر مضبوط ثبوت پیش کیے گئے ہیں، مثلاً امام بخاری، مسلم، یحیٰ بن معین، ابوبکر بن عربی، ابوشامہ مقدسی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ شوکانی ان حضرات کا مذہب بھی جمہور کی طرح غیر احکام میں ضعیف حدیث کے قابل قبول ہونے کا ہے۔

خصوصیت سے امام بخاری ومسلم کے صحیحین میں ان کے طرز عمل سے بھی یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے اور اس کی مثالیں بھی پیش کی گئی ہیں۔

اس ضمن میں ''فضائل اعمال'' میں ضعیف حدیث سے استدلال وعمل کے شرائط پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور محدثین وفقہائے امت کے طرز عمل سے واضح کیا گیا ہے کہ ضعیف حدیث کی استدلالی حیثیت پر گفتگو کے وقت فضائل اعمال کا اطلاق یہ حضرات ایسے موقع پر کرتے ہیں، جہاں کوئی مخصوص عمل کسی دلیل صحیح یا حدیث حسن سے ثابت نہ ہو۔ بلکہ صرف کسی ضعیف حدیث میں اس کی فضیلت یا ترغیب وارد ہوئی ہو، چنانچہ چند شرائط کے ساتھ اس عمل کو مستحب قرار دیتے ہیں اور ترغیب وترہیب کا اطلاق ایسے موقع پر کرتے ہیں جہاں کوئی عمل پہلے سے دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو، البتہ کسی ضعیف حدیث میں اس کی مخصوص فضیلت وغیرہ وارد ہوئی ہو تو اس میں ضعیف سے ضعیف حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، بشرطیکہ موضوع نہ ہو۔

اس کے بعد باب ترغیب وترہیب میں ضعیف (بلکہ بعض وہ حدیثیں جن پر بعض حضرات نے موضوع تک کا حکم لگایا ہے) کے بیان کرنے او ... تدلال کرنے کا تعامل مشہور ائمہ محدثین اور ناقدین کے حوالہ سے دکھایا گیا ہے، ان میں خصوصیت سے ابن جوزی، منذری، نووی، ذہبی، ابن حجر عسقلانی، سیوطی، ابن قیم رحمۃ اللہ قابل ذکر ہیں، جنہوں نے ترغیب وترہیب کے لیے انتہائی درجہ کی ضعیف حدیثوں کو اپنی کتابوں میں بطور استدلال پیش کیا ہے، اس کی چند ایک مثالیں بھی پیش کی گئی ہیں، لہٰذا اگر شیخ نے بھی انتہائی ضعیف حدیثیں

اس مقصد کے لیے پیش کر دیں، تو طریقۂ محدثین سے جداگانہ کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا۔

تیسرے نکتے میں واضح کیا گیا ہے کہ عبرت پذیری کے لیے قصے کہانیوں کا بیان کرنا کوئی قبیح عمل نہیں ہے، جس کے شیخ مرتکب ہوئے ہوں، بلکہ شریعت مطہرہ اور حدیث نبوی کی روشنی میں ان قصوں کا ذکر کرنا دائرہ جواز میں آتا ہے، ضمناً بعض قصوں کے استبعادی پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(مولانا عبداللہ معروفی استاذ دارالعلوم دیوبند)

اعتراضات اور ان کی حیثیت

اس کتاب پر جو اعتراضات ہوئے ان کی جزئیات میں جانے کا موقع نہیں، اصولی طور سے کچھ معروضات پیش خدمت ہیں، ان اعتراضات کی تین قسمیں ہیں:

نمبر ا:...... وہ اشکالات جو کسی طالب حق کو پیش آتے ہیں اور اس کا ذہن تھوڑی بہت وضاحت سے صاف ہو جاتا ہے، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی وضاحتی خطوط کے مجموعہ ''کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات'' میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً دیکھئے مکتوب نمبر: ۱۱، جس میں حضرت امام شافعیؒ کے متعلق دن رات میں قرآن کریم کے ساٹھ ختم کرنے کی بات پر استبعاد کا جواب دیا گیا اور مکتوب نمبر: ۱۲...... جس میں منبر نبویؐ کے متعلق اس استفسار کا جواب ہے کہ آنحضرت ﷺ کا منبر تین درجوں کا تھا یا اس سے کم وبیش کا۔

نمبر۲:...... وہ اعتراضات جن کا تعلق اس عقلیت پسندانہ رجحان سے ہے جو تمام ہی نصوص حدیث کو اپنی نام نہاد عقل سلیم کے خلاف قرار دے کر یا اپنی عقل نارسا کے بموجب قرآن سے معارض قرار دیتے ہوئے ٹھکرا دینے کے قائل ہیں، خواہ ثبوت واستناد کے اعتبار سے ان کی حیثیت کتنی ہی مضبوط ہو اور خواہ علمائے امت نے اس کی کتنی ہی معقول توجیہات کی ہوں، جیسے:

(1)...... فضلات نبی ﷺ کی طہارت پر اعتراض، جناب تابش مہدی نے ''تبلیغی نصاب ایک مطالعہ'' (ص: ۳۵ تا ۳۹) میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت مالکؓ بن سنان کے رسول اللہ ﷺ کے نکلے ہوئے خون کو پینے یا چوسنے کے واقعہ اور اس سے فضلات نبی ﷺ کی طہارت پر شیخ کے استدلال کا بڑے گھناؤنے انداز میں مذاق اڑایا ہے، حالاں کہ اولاً تو ثبوت کے اعتبار سے اس طرح کے واقعات

میں شک کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت ابن الزبیرؓ کا واقعہ متعدد سندوں سے مروی ہے۔ (دیکھئے: مستدرک حاکم ۳۔۵۵۴ مجمع الزوائد ۸۔۲۷۰)

امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ (۷۔۶۷) میں فرمایا:

"وروی ذلک من اوجه اخسر عن اسماء بنت ابی بکر، وعن سلمان فی شرب ابن الزبیر دمه" حافظ ہیثمیؒ نے فرمایا: "رواه الطبرانی والبزار، ورجال البزار رجال الصحیح غیر هنید بن القاسم وهو ثقة، حافظ شمس الدین ذهبی نے بھی" سیر اعلام النبلاء" (۳۶۶/۳)

میں اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

اسی طرح حضرت مالک بن سنان کا واقعہ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ (۳۴۶/۳) میں ابن ابی عاصم، صحیح ابن السکن اور سنن سعید بن منصور کے حوالے سے نقل کی ہے، لیکن بے چارے ناقد نے حکایات صحابہؓ میں صرف تاریخ الخمیس اور قراۃ العیون کا حوالہ پا کر اس کو "میلاد گوہر" اور "یوسف زلیخا" جیسی کتاب کی روایت قرار دے دیا۔

نیز آیت قرآنی

(انما حرم علیکم المیتة والدم......الخ)

کے منافی قرار دیتے ہوئے عقل صریح کے بھی خلاف قرار دیا ہے حالاں کہ روایات کی قوت کو دیکھتے ہوئے مذاہب اربعہ کے محققین نے اس کا حضور ﷺ کی خصوصیت قرار دیا ہے۔ آیت کریمہ کا کوئی ٹکراؤ نہیں ہے سرے سے اس مسئلہ پر تفصیلی و محققانہ کلام کے لیے دیکھئے مضمون مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ ماہنامہ بینات کراچی بابت ماہ شوال ۱۴۰۹ھ۔

(2)......مسئلہ توسل میں حد درجہ افراط وتفریط پایا جاتا ہے، ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں علمائے دیوبند نے جو مؤقف اختیار کیا ہے وہ انتہائی معتدل ہے، حضور ﷺ کے وسیلے سے دعا کے جواز کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فضائل اعمال میں جو کچھ لکھا ہے افراط وتفریط سے محفوظ اور مضبوط دلائل پر مبنی ہے، "فضائل ذکر" باب دوم کی فصل نمبر ۳ میں حدیث

"عن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ لما اذنب آدم الذنب الذی اذنبه، رفع

راسه الی السماء، فقال اسئلک بحق محمدالا غفرت لی، فاوحی الله الیه ......الخ"

متعدد کتب احادیث کے حوالے اور کئی ایک متابعات وشواہد کے ساتھ درج ہے، جس سے مسئلہ توسل بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

مگر کوئی صاحب غیظ وغضب میں بھرا ہوا خط شیخ کو لکھتے ہیں کہ یہ حدیث سراسر موضوع ہے، قرآن کریم کی آیات

"وقال ربکم ادعونی استجب لکم ......الخ (مؤمن ۶۰)

"و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب"

وغیرہ کے منافی ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے کہ اس دعا سے اللہ کے متعلق سوئے ظن پیدا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ شیخ رحمہ اللہ نے نہایت ٹھنڈے انداز میں تفصیلی جواب مرحمت فرمایا کہ آپ کو تو قرآن وحدیث میں کھلا ہوا تعارض نظر آتا ہے اور مجھے اس کا واہمہ بھی نہیں ہوتا، آپ نے لکھا کہ حدیث موضوع ہے، مجھے اب تک بھی اس حدیث کا موضوع ہونا کہیں نہیں ملا۔ مسئلہ کے متعلق مزید تسلی وتشفی کے لیے دیکھئے وضاحتی خطوط کا مجموعہ (کتب فضائل پر اشکالات اوران کے جوابات ص ۱۳۹ تا ۱۵۴، نیز ص ۱۷۰ تا ۱۷۴)

(۳)......وہ تنقیدات جن کی حیثیت علمی ہے اور ان میں بعض پہلوؤں سے وزن بھی محسوس کیا جاتا ہے، ان تنقیدات کا محور مجموعہ "فضائل اعمال" کی حدیثوں کی استنادی حیثیت ہے۔ یعنی ناقدین کے بقول شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ان رسائل میں کثرت سے ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں کو داخل کر دیا ہے، جس سے اصل دین کی شبیہ مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔

آخر الذکر دونوں قسم کی تنقیدات عموماً مخلصانہ تنقید کی بجائے ایسے لوگوں کی جانب سے کی گئی ہیں، جو مؤلف رحمہ اللہ سے مسلکی اختلاف رکھتے ہیں، چنانچہ ان کی تنقیدات حد درجہ جارحانہ ہیں، اپنے نظریہ کے خلاف احادیث پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بجائے ان کی طرف سے کتاب، مصنف اور کتاب سے استفادہ کرنے والوں پر کھل کر تہمتوں کی بوچھاڑ کی گئی ہے۔

(۱) ملاحظہ ہو ایک ناقد کا لب ولہجہ

— واهم كتاب عند التلغيين كتاب "تبليغی نصاب" الذی الفه رئوسائهم

المسمیٰ محمد زکریا الکاندھلوی، ولھم عنایة شدیدة بھذالکتاب، فھم یعظمونه کما یعظم اھل السنة، "الصحیحین" وغیرھما من الکتب، وقدجعل التبلیغیون ھذا الکتب عمدة، ومرجعاًللھنود وغیرھم من الاعاجم التابعین لھم، وفیه من الشرکیات، والبدع، والخرافات، والاحادیث الموضوعة، والضعیفة شیء کثیر، فھو فی الحقیقه کتاب شر و ضلال وفتنة" (محمود بن عبدالله التویجری فی کتابه "القول اللبلغ فی التحذیر من جماعة التبلیغ ص: ۱۱)

یعنی تبلیغی جماعت والوں کے نزدیک اہم ترین کتاب تبلیغی نصاب (مجموعہ فضائل اعمال) جس کو محمد زکریا نامی ان کے کسی پیشوا نے تالیف کیا ہے، یہ لوگ اس کتاب کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں، جس طرح اہل سنت صحیحین وغیرہ کتب حدیث کی کرتے ہیں، ان لوگوں نے اس کتاب کو ہندوستانیوں اور دوسرے عجمی وابستگان تبلیغ کے حق میں اصل مدار اور مرجع کی حیثیت دے رکھی ہے، جب کہ اس کتاب میں مشرکانہ اعمال، بدعات وخرافات اور ضعیف وموضوع حدیثوں کی ایک بڑی مقدار ہے، درحقیقت یہ کتاب برائی، گمراہی اور فتنہ کا پلندہ ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو ایک اور صاحب کی گل افشانی

"یہودیوں کی سازش یہ رہی ہے کہ وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے اندر سے روح جہاد ختم کردیں، اپنے اس مقصد کی تکمیل کے یہودی مشن نے ہر دور میں علماء اور مذہبی جماعتوں کو ہی استعمال کیا اور مسلمانوں کے اندر سے روح جہاد کو ختم کرنے میں اب تک کے تمام لٹریچر میں تبلیغی نصاب کو نمایاں مقام حاصل ہے، یہ اس لیے بھی کہ لوگ اسے حدیث کی کتاب کہنے لگے ہیں، جب کہ حدیث نام کی کوئی چیز اس میں مشکل ہی سے مل پاتی ہے۔" (تبلیغی نصاب ایک مطالعہ، ص: ۵۷ از تابش مہدی)

(۳) یہی صاحب ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنی کتاب میں بے سند اور دین سوز روایتیں نقل کی ہیں، یا انہوں نے چند ایسے مشاغل دین میں شامل کیے ہیں جن کا ثبوت نہ احادیث نبوی سے ملتا ہے اور نہ صحابہ کرامؓ کی مقدس زندگیوں سے۔" (ایضاً ص: ٦٧)

(۴) ایک ناقد صاحب قدرے ٹھنڈے لب ولہجہ میں ناصحانہ تبصرہ یوں فرماتے ہیں:

''ایسی حدیثوں کو عوام کے سامنے پیش کر کے یہ تاثر دینا کہ ارشادات رسول ہیں، دین کے لیے کمزور بنیادیں تلاش کرنے، اور لوگوں کی نظروں میں دین کو مشتبہ بنا دینے کا باعث ہے، اس سے بدعات کی راہیں کھلتی ہیں، ملت کے اندر تفرقہ بندی اور طرح طرح کے فتنوں کا سامان ہوتا ہے۔'' (موضوع اور ضعیف حدیثوں کا چلن۔ص:۱۲۰۔ز شمس پیرزادہ)

بات چاہے کتنی ہی غلط ہو، آج کی پر آشوب دنیا پروپیگنڈے کے زور سے غلط یا صحیح باور کرانے میں کسی نہ کسی حد تک کامیاب ہو ہی جاتی ہے، ہمارے نزدیک ان تنقیدات کی حیثیت سوائے تشکیکات کے اور کچھ نہیں اور یہ تشکیکات عام قاری کے سامعہ و دماغ میں جب تسلسل کے ساتھ پہنچتی ہیں تو وہ ایک حد تک ضرور متاثر اور غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے، اس لیے ہم اصولی طور پر کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہمارے سامنے غور وخوض کے تین نکتے ہیں

(۱) ''مجموعہ فضائل اعمال'' کی معتبریت اس کے مصادر و مآخذ کے آئینے میں کیا ہے؟

(۲) حدیثوں سے استدلال و استشہاد کے وقت کیا اصلاحی اعتبار سے ان کا صحیح ہونا ضروری ہے؟ یا اس سے کم تر درجہ کی حدیثیں بھی کافی ہیں؟ اگر ہیں تو کس حد تک؟ علمائے امت کا کیا معمول رہا ہے؟

(۳) ترغیب وترہیب کے باب میں نصوص قرآن وسنت کے علاوہ بزرگوں کے اقوال، افعال، حکایات اور منامات ومبشرات کا سہارا لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حد تک؟

پہلا نکتہ:

پوری کتاب پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ براہ راست جن مصادر و مآخذ سے حضرت شیخ نے استفادہ کیا ہے، ان کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے، کسی بھی باب کا آغاز ان قرآنی آیات سے فرماتے ہیں، جن سے زیر بحث موضوع پر صراحتاً، دلالتاً، یا اشارتاً روشنی پڑتی ہو، پھر مختلف کتب تفسیر وغیرہ کی ورق گردانی کے بعد ان کی مناسب تشریح وتوضیح فرماتے ہیں، اس سے زیادہ تر اعتماد تفسیر ابن

کثیر اور حافظ سیوطی کی الدر المنثور پر ہوتا ہے، جو تفسیری روایات کے اہم و مستند مجموعے ہیں۔ پھر احادیث کے انتخاب میں عموماً درج ذیل کتابوں پر اعتماد فرماتے ہیں:

۱۔۔۔۔۔ الترغیب والترہیب للحافظ عبد العظیم بن عبد القوی المنذری (ت ٦٥٦ ھ) شروع سے آخر تک دیکھتے جایئے سب سے زیادہ حدیثیں اسی کتاب سے شیخ نے لی ہیں، اس لیے ''فضائل اعمال'' کی کسی حدیث پر تنقید جو ترغیب منذری سے ماخوذ ہو، درحقیقت حافظ منذری رحمہ اللہ پر تنقید ہوگی۔

حافظ منذری کی حدیث میں مہارت تامہ کی تعریف حافظ ذہبیؒ نے کی ہے، منذری کے شاگرد حافظ عز الدین الحسینی (ت ٦٩٥ ھ) کی زبانی ان کے مقام و مرتبہ کو سنیے، فرماتے ہیں:

''کان عدیم النظیر فی معرفة علم الحدیث علی اختلاف فنونه، عالماً بصحیحه، وسقیمه ومعلومه، متبحراً فی معرفة احکامه ومعانیه ومشکله، قیماً بمعرفة غریبه واعرابه، واختلاف الفاظه، ماهراً فی معرفة رواته وجرحهم وتعلیهم ووفیاتهم وموالیدهم واخبارهم، اماماً حجة، ثبتاً، ورعاً، متحریاً، فیما یقوله وینقله، مشتباً فیما یرویه ویتحمله اه'' (مقدمة جواب الحافظ المنذری للاستاذ الشیخ ابو غدة، ص ٢٩ نقلاً عن کتاب ''المنذری وکتابه التکلمة لوفیات النقلیه للدکتور بشار عواد)

یعنی تمام علوم حدیث کی معرفت میں اپنی نظیر آپ تھے، حدیثوں میں صحیح، ضعیف، معلل کے شناور تھے، حدیثوں کے معانی، ان کے مداول فقہی، مشکل کلمات کے ضبط، متعارض و مختلف الفاظ حدیث میں تطبیق و ترجیح کے ماہر، راویان حدیث کی جرح و تعدیل، ان کے حالات، ولادت ووفات کی معرفت تامہ رکھتے تھے، بذات خود ثقہ، حجت اور متقی تھے، جو کچھ نقل کرتے، پوری چھان پھٹک کے بعد کرتے۔

ترغیب وترہیب میں مصنف نے (30) امہات کتب حدیث سے انتخاب کیا ہے، جس میں صحیح، حسن، ضعیف، واہی، ہر طرح کی حدیثیں جمع کی ہیں، بلکہ بعض حدیثوں پر بعض حضرات نے وضع کا حکم بھی لگایا ہے، یہ کتاب آپ نے اپنے بعض زاہد صفت اور عملی ترقی کے خواہش مند طلبہ کے اصرار پر ان کے حسن نیت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے لکھی اور انہیں خیال تک نہ گذرا کہ کہیں روح جہاد ان سے ختم نہ ہو جائے، ان کا عقیدہ فاسد نہ ہو جائے اور یہ صرف مسجد کے لوٹے بن اپنا دین و دنیا برباد نہ کرلیں،

کتاب کے مشمولات کی استنادی حیثیت جاننے کے لیے مصنف کی درج ذیل عبارت بغور پڑھیئے:

"فان كان الحديث صحيحاً او حسناً او فاربهما، صدرته بلفظه عن و كذالك ان كان مرسلاً او منقطعاً او معصلاً او في اسناده راوٍمنهم او ضعيف و ثق، او ثقة ضعف، وبقية رواة الاسناد ثقات، او فيهم كلام لايضر، او روى مرفوعاً، والصحيح وقفه، او متصلاً، والصحيح ارساله، او كان اسناده ضعيفاً لكن صححه، او حسنه بعض من خرجه، ثم اشير الى ارساله، او انقطاعه او عضله او ذلك الراوى المختلف فيه، واذا كان في الاسناد من قيل فيه، كذاب او وضاع، اومتهم، او مجمع على تركه او ضعفه، او ذاهب الحديث، او هالك او ساقط او ليس بشيء، او ضعيف جداً، او لم ارفيه توثيقاً بحيث لاينطرق اليه احتمال التحسين، صدرته بلفظة، روى ولا اذكر ذلك الراوى، ولا ماقيل فيه"

یعنی مصنف کے نزدیک جو صحیح، حسن یا ان دونوں کے قریب ہوتی ہے، اس کو تو "عن" کے ذریعہ شروع کرتے ہیں، جو اس بات کی علامت ہے کہ حدیث قابل عمل ہے، اسی طرح یہ علامت ان حدیثوں پر بھی لگاتے ہیں جن کی سند مرسل، منقطع یا معضل ہو، یا اس کا کوئی راوی نام کے بغیر مبہم طور پر مذکور ہو، یا جمہور کے نزدیک ضعیف ہو، بعض نے اس کو ثقہ قرار دیا ہو، یا جمہور کے نزدیک ثقہ ہو، بعض نے اس کو ضعیف ٹھہرایا ہو، جب کہ سند کے بقیہ رجال ثقہ ہوں یا ان پر ایسا کلام ہو جو مضر نہ ہو، ان تمام صورتوں میں حدیث کو "عن" سے شروع کرنے کے بعد ان کی علتیں ذکر کرتے ہیں۔

"اور اگر سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس کو ائمہ جرح وتعدیل نے کذاب، وضاع، متہم یا متفقہ طور سے ضعیف یا متروک کہا ہو، یا ذاهب الحدیث، ھالک ساقط، لیس بشیء، ضعیف جداً" وغیرہ کے الفاظ کہے ہوں، یا مصنف کو دیکھنے میں حدیث کی تحسین کا کوئی امکان نہ ہو تو اس وقت اس حدیث کو ذکر کرتے وقت "روی عن" (صیغہ مجہول) سے تعبیر کرتے ہیں اور کوئی تبصرہ نہیں کرتے۔ گویا ضعف کی دو علامتیں ہیں، ایک "روی" (صیغہ مجہول) کی تعبیر، دوسری مصنف کی خاموشی۔

دیکھیے اول الذکر صورتوں میں کئی ایک موجب ضعف ہیں، لیکن حافظ منذری ترغیب وترہیب

میں ان کو نقصان دہ نہیں مانتے، اور مؤخر الذکر کو انتہائی ضعف کے باوجود ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک حد تک باب ترغیب وترہیب میں مؤثر مان کر ذکر کر دیتے ہیں، شیخ رحمہ اللہ بھی بالکل اسی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شدید ضعف والی حدیثوں کو ''روی عن'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ مثال آرہی ہے۔

شیخ محمد عبدالحی الکتانی اپنے رسالہ

''الرحمة المرسلة في شان حديث البسمله''

میں حافظ سیوطی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

''اذا علمتم بالحديث انه في تصانيف المنذری صاحب الترغيب والترهيب، فاروو ه مطئنين'' (كما في تعليق الشيخ ابو غدةؒ على الاجوبة الفاضلة ص: ۱۲۱)

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حافظ منذری اگر کسی حدیث پر اعتماد کریں تو قابلِ اعتماد ہے۔

۲..... حافظ منذری نے اگر حاکم کا حوالہ دیا ہوتا ہے تو شیخ براہِ راست مستدرک اور اس پر حافظ ذہبی کا نوٹ بھی ملاحظہ فرما کر درج کرتے ہیں۔

۳..... حافظ منذری کسی حدیث کو احمد، طبرانی، ابو یعلیٰ اور بزار کے حوالے سے اگر نقل کرتے ہیں تو شیخ اسی پر اکتفا کرنے کے بجائے حافظ ہیثمیؒ (ت ۸۰۷ھ) کی ''مجمع الزوائد'' کی طرف بھی مراجعت فرماتے ہیں، کیوں کہ اس کتاب میں احمد، بزار اور ابو یعلیٰ کے مسانید اور طبرانی کے معاجم ثلاثہ کے زوائد کو جمع کرنے کے ساتھ ان کی اسنادی حیثیت پر بھی کلام کیا گیا ہے، چنانچہ شیخ وہاں سے اختلاف الفاظ اور ہیثمیؒ کا کلام نقل فرماتے ہیں۔

۴..... اسی طرح حافظ سیوطی کی جامع صغیر سے بکثرت نقل فرماتے ہیں، جو مختصر متون حدیث کا انتخاب صحیحین سمیت تقریباً ۳۰ امہات کتب سے کیا گیا ہے اور حدیثوں کے درجات صحیح، حسن، ضعیف کی نشاندہی رموز کے ذریعہ کی گئی ہے۔ چنانچہ شیخ اس سے نقل کرتے وقت ''ورقم لہ بالصحۃ'' وغیر کی تعبیر اختیار کرتے ہیں۔

۵/۶..... کتب صحاح وسنن کا مشہور و متداول مجموعہ مشکوٰۃ المصابیح اور جمع الفوائد (جو چودہ کتب حدیث کا مجموعہ ہے) سے بھی گاہ بہ گاہ انتخاب کرتے ہیں۔

۷.....فضائل درود میں خاص طور سے زیادہ انحصار حافظ شمس الدین سخاوی (ت۹۰۲ھ) کی

"القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع"

پر ہے اور حافظ سخاوی اپنے ذوق تنقید، وسعت نظر اور اعتدال پسندی میں ممتاز ہیں۔ان کی کتاب "المقاصد الحسنۃ" لوگوں میں رائج اور زبان زد حدیثوں کی تحقیق میں مرجع ہی نہیں، بلکہ عمدۃ المراجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

مذکورہ بالا معروضات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ مجموعہ فضائل اعمال اپنے حدیثی مآخذ کے اعتبار سے معتبر کتاب ہے۔

ایک خلجان

البتہ ایک خلجان ہنوز باقی ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ آیات واحادیث کی تشریح کے ذیل میں بکثرت ایسی کتابوں کے حوالے سے احادیث و آثار نقل کرتے ہیں جن کی استنادی حیثیت کمزور ہے اور ان میں موضوعات کی کثرت ہے، نیز وہ حدیثیں دوسری مستند کتب میں نہیں ملتیں، مثلاً فقیہ ابواللیث سمرقندی کی "تنبیہ الغافلین" (جس کے متعلق حافظ ذہبی نے فرمایا: "فیہ موضوعات کثیرۃ" سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۲۳)

یا جیسے "قرۃ العیون" (جس کو شیخ نے تو جگہ جگہ ابواللیث ہی کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن مجھے کافی تلاش کے باوجود ان کی اس نام کی کوئی کتاب نہیں ملی۔ بلکہ یہ کتاب درحقیقت شیخ ابو بکر الاحسانی کی ہے، جو حافظ ابن الجوزی کی کتاب "التبصرۃ" کی تلخیص واختصار ہے۔ پورا نام "قرۃ العیون المبصرۃ بتلخیص کتاب التبصرۃ" ہے، بہرکیف اس میں بھی موضوعات کی تعداد خاصی ہے یا جیسے امام غزالی کی احیاء العلوم (جس میں موضوعات کی تعداد اتنی ہے کہ علامہ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ (۴/۱۴۵) میں اس کی بے اصل روایات کو بیان کرنا شروع کیا تو یہ سلسلہ ۳۸ صفحات تک پہنچ گیا، یا جیسے ابن حجر عسقلانیؒ سے منسوب "المنبہات" (جس کا حافظ کی طرف انتساب محتمل ہے) اس کتاب میں بھی موضوعات کی کثرت ہے۔اس خلجان کا ازالہ اگلے نکتے میں خود بخود ہوگا۔

مؤیدات وشواہد کا اہتمام

واضح رہے کہ روایت میں اگر ضعف ہوتا ہے تو کئی ایک مصادر کو کھنگال کر اس کے شواہد و مؤیدات

جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جن کی مجموعی حیثیت اس مضمون کو وزنی بنا دیتی ہے۔ مثلاً:

روی انه علیه الصلاة والسلام قال: من ترک الصلوٰة حتیٰ مضی وقتها، ثم قضیٰ عذب فی النار حقیباً، والحقب ثمانون سنة، والسنة مائة وستون یوماً، کل یوم کان مقداره الف سنة، کان فی مجالس الابرار ،قلت: لم اجده فیما عندی من کتب الحدیث، الا ان مجالس الابرار مدحه شیخ مشائخنا الشاه عبدالعزیز الدهلوی

واخرج ابن کثیر فی تفسیر قوله تعالیٰ: "فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون" عن ابن عباس ان فی جهنم لوادٍ تستعیذ جهنم من ذلک الراوی فی کل یوم اربع مائة مرة، اعد ذلک الراوی للمرائتین من امة محمد ﷺ

وذکر ابو اللیث سمرقندی فی قرة العیون عن ابن عباس، وهو مسکن من یؤخر الصلاة عن وقتها،

وعن سعید بن ابی وقاص مرفوعاً: "الذین هم عن صلاتهم ساهون" قال: هم الذین یؤخرون الصلاة عن وقتها، وصحح الحاکم، والبهیقی وقفه، واخرج الحاکم عن عبدالله فی قوله تعالیٰ: "فسوف یلقون غیاً" قال: وادٍ فی جهنم بعید المقعر، خبیث الطعم، وقال: صحیح الاسناد.

ہم نے اس مثال کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ یہ خاص طور سے ناقدین کے نشانہ پر رہی ہے، حضرت شیخ کی زندگی میں اور ان کے بعد بھی خوب اعتراضات ہوئے، اس کو نقل کرنے کے بعد شیخ نے خود لکھا کہ مجالس الابرار میں ایسے ہی ہے، مجھے اپنے پاس موجودہ کتب میں نہیں ملی۔ ہاں مسند الہند شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تعریف کی ہے اس کے باوجود شیخ جانتے ہیں کہ اتنی بات کافی نہیں اور چوں کہ مذکورہ حدیث کا مضمون نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنے سے سخت وعید ہے، اس لیے:

۱...... تفسیر ابن کثیر سے "فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یرائون" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر جو حکماً مرفوع ہے، نقل کیا کہ جہنم کی ایک وادی ہے، جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ جو امت کے ان ریا کاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

۲...... پھر قرۃ العیون سے ابن عباسؓ کا اثر نقل کیا کہ یہ وادی ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جو نماز قضا کر کے پڑھتے ہیں۔

۳...... اور یہی مضمون حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے بھی مرفوعاً نقل کیا ہے اور حاکم اور بیہقی نے اس کا موقوف ہونا ہی صحیح قرار دیا ہے۔

غور کیجئے مجموعی طور سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں غفلت کرنے اور قضا کر کے پڑھنے والے کی سزا جہنم میں سخت ترین رکھی گئی ہے۔ خواہ ایک حقب کی تعین ثابت نہ ہو، اس لیے جب بعض حضرات نے شیخ کو اس کے خارج کرنے کا مشورہ دیا تو شیخ نے جواب دیا کہ.

''ابھی تک اس ناکارہ کی سمجھ میں اس حدیث کے نکالنے کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔''

(کتب فضائل پر اشکالات۔ص:۱۳۱)

دوسرا نکتہ

اس میں شک نہیں کہ اصل کتاب ہدایت قرآن کریم ہے، حدیث نبوی اس کی تفسیر وتشریح ہے، جس کو نظر انداز کر کے صرف قرآن کے ذریعہ راہ یابی نہیں ہوسکتی، جیسا کہ قرآنی ارشاد اس پر صریح دلالت کر رہا ہے۔

''وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم'' الآیۃ۔

اور حدیث ایک اتھاہ سمندر ہے، سرکار دوعالم ﷺ کی ۲۳ سالہ زندگی میں آپؐ کے اقوال، افعال، تقریرات، خلقی وخُلقی، احوال کا مجموعہ، جو دربار نبوی کے حاضر باش صحابہ کرامؓ کے ذریعہ نقل درنقل ہوتا ہوا امت کو پہنچا ہے۔ روایت ودرایت کے اعتبار سے اس کی صحت وصداقت کو جانچنے کے لیے محدثین اور فقہائے امت نے اس قدر ممکنہ تدابیر وقوانین اپنائے جو صرف اور صرف اسی امت محمدیہ کی خصوصیت ہیں، ثبوت واستناد کے اعتبار سے حدیثوں کے مختلف درجات قائم کیے، جن کا صحیح، حسن اور ضعیف وغیرہ سے جانا جاتا ہے۔ چنانچہ عمل اور استدلال کے اعتبار سے بھی ان میں فرق مراتب لابدی امر ہے۔

حدیث صحیح کی پانچ شرطیں ہیں، سند کا اتصال، راویوں کی عدالت، ضبط اور شذوذ وعلت قادحہ سے

محفوظ ہونا۔ حدیث حسن بھی انہیں صفات کی حامل ہوتی ہے، البتہ اس کے کسی راوی میں ضبط کے اعتبار سے معمولی کمی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی حدیث نہ تو صحیح کہی جاسکتی ہے اور نہ ہی ضعیف میں شمار ہوتی ہے۔ حسن کی ایک قسم وہ ضعیف ہے، جو تعداد طرق کی وجہ سے قوت پاکر حسن بن جاتی ہے اور جو حدیث اس سے بھی فروتر ہو وہ ضعیف کہلاتی ہے، جس کے مراتب مختلف ہوتے ہیں، ''موضوع'' ہے۔

صحیح اور حسن کے تو قابل استدلال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، چنانچہ جمیع ابواب دین میں ان سے استدلال کیا جاتا ہے، البتہ ضعیف کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، جمہور کا خیال ہے کہ احکام یعنی حلال وحرام کے باب میں تو ضعیف کو حجت نہیں بنایا جاسکتا ہے، البتہ فضائل اعمال، ترغیب وترہیب، قصص، مغازی وغیرہ میں اس کا دلیل بنایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ موضوع نہ ہو۔ چنانچہ ابن مہدیؒ، امام احمدؒ وغیرہ سے منقول ہے:

''اذارویـنـا فـی الـحـلال والـحـرام شـددنـا، واذا روینا فی الفضائل ونحوهما تساهلنا'' (فتح المغیث، وظفر الامانی ص: ۱۸۲ نقلاً عنهٗ)

بعض کے نزدیک باب احکام میں بھی حجت ہے، جب کہ دوسرے بعض کے نزدیک سرے سے حجت نہیں۔

قـال الـعـلامة الـكـبـرىٰ بعد ذكره الآراء الثلاثة فی المسئلة: ومنع ابن العربی الـعـمـل بالضعيف مطلقاً، ولكن قدحكی النووی فی عمدة من تصانيفه اجماع اهل الحديث وغيرهم على العمل به فی فضائل الاعمال ونحوهما خاصة، فهذه ثلاثة مذاهب اهم

(الاجوبة الفاصلة)

اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا کہ جمہور عملاً باب احکام میں بھی ضعاف کو کسی نہ کسی درجہ میں قابل عمل مانتے ہیں۔

بدقسمتی سے آج بعض حلقوں کی جانب سے پوری شدومد کے ساتھ یہ غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے کہ ضعیف حدیث قطعاً ناقابل اعتبار ہے، اس کا محل موضوع کی طرح ردی کی ٹوکری ہے۔ حجت صرف صحیح حدیث ہے، صحیح کے مصداق میں کچھ باشعور حضرات حسن کو شامل کرلیتے ہیں ورنہ عام سطح کے لوگ اس کے بھی روادار نہیں ہیں اور بعض غلو پسند طبیعتیں تو صحیحین کو چھوڑ کر بقیہ کتب حدیث کو ''صحیح الکتاب الفلانی'' و''ضعیف الکتاب الفلانی'' جیسے عمل جراحی کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے اجتہاد کے

مطابق اہم کتب حدیث کی حدیثوں کو صحیح اور ضعیف دو خانوں میں تقسیم کر کے شائع کیا جانے لگا ہے۔

"فالی اللہ المشتکی"۔

آیئے! ضعیف حدیثوں کی استدلالی حیثیت کا مختصراً جائزہ لیں۔

ضعیف حدیث بابِ احکام میں

جہاں تک احکام شرعیہ میں ضعیف حدیث کے استعمال کا تعلق ہے، تو جمہور محدثین وفقہاء کے طرزِ عمل سے صاف ظاہر ہے کہ ضعیف سے حکم شرعی پر استدلال کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو، یعنی سند میں کوئی متہم یا کذاب راوی نہ ہو۔ ضعیف سے استدلال کی چند صورتیں ہیں۔

پہلی صورت

مسئلہ میں اس کے علاوہ کوئی مضبوط دلیل نہ ہو، مختلف مکاتب فکر کے تعلق سے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف: حنفیہ رحمہم اللہ:

ا.....امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے:

"الخبر الضعیف عن رسول اللہ ﷺ اولیٰ من قیاس، ولا یحل القیاس مع وجودہ۔"
(المحلیٰ لابن حزم ۳/۱۶۱)

یعنی باب میں اگر ضعیف حدیث بھی موجود ہو تو قیاس نہ کر کے اس سے استدلال کیا جائے گا۔ چنانچہ:

(۱).....نماز میں قہقہہ سے نقضِ وضو والی حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے، آپ نے اس کو قیاس پر مقدم کیا۔

(۲)....."اکثر الحیض عشرۃ ایام"

حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے، حنفیہ نے اس کو قیاس پر مقدم کیا۔

(۳)....."لامھر اقل من عشرۃ دراھم"

اس کے ضعف پر محدثین متفق ہیں اور حنفیہ نے قیاس نہ کر کے اس کو معمول بہ بنایا۔

(اعلام الموقعین ۱/۳۱، ۳۲)

۲......محقق ابن الہمامؒ فرماتے ہیں:

"الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع"

ضعیف جو موضوع کی حد تک نہ پہنچی ہوئی ہو، اس سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔

(فتح القدیر باب النوافل ۲/۱۳۹)

مثلاً: (۱) حاشیہ الطحطاوی علی المراقی وغیرہ میں مغرب کے بعد چھ رکعات (جنہیں صلاۃ الاوابین کہتے ہیں) کو مستحب لکھا ہے۔ دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث

"من صلیٰ بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن له بعبادة ثنتي عشرة سنة"

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو عمر بن ابی خثعم کے طریق سے روایت کر کے فرمایا:

"حديث ابی هريره حديث غريب، لا نعرفه الا من حديث زيد بن الحباب عن عمر بن ابی خثعم"

امام بخاری نے عمر کو منکر الحدیث کہا اور بہت ضعیف قرار دیا، حافظ ذہبی نے میزان میں فرمایا:

"له حديث منكر ان من صلى بعد المغرب ست ركعات ووهاه ابوزرعه"

(۲)......مردہ کو دفن کرتے وقت تین لپ مٹی ڈالنا، پہلی بار منها خلقناكم، دوسری بار وفيها نعيدكم اور تیسری بار ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ پڑھنے کو طحطاوی (ص:۶۱۰) میں مستحب لکھا ہے، دلیل حاکم اور احمد کی حدیث بروایت ابوامامہؓ کہ جب حضرت ام کلثومؓ بنت النبی ﷺ کو قبر میں رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پڑھا

" منها خلقناكم......الخ۔ آخر میں بسم الله وفی سبيل الله وعلى ملة رسول الله کی زیادتی ہے۔ اس حدیث کی سند بہت ہی ضعیف ہے ذہبی نے تلخیص میں کہا:

"وهو خبر واه لان علی بن زيد متروك"

ب: مالکیہ رحمہم اللہ:

امام مالکؒ کے نزدیک مرسل بمعنی عام یعنی منقطع حجت ہے، جو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف

ہے، مالکیہ کی معتمد ترین کتاب ''نشر البنود'' میں ہے:

''علم من احتجاج مالک بالمرسل ان کلا من المنقطع، والمعضل حجة عندهم لصدق المرسل بالمعنی الاصولی علی کل منها''(۲/ ۶۳ کما فی ''التعریف باوهام من قسم السنن الیٰ صحیح وضعیف'' للدکتور محمود سعید ممدوح)

ج: شافعیہ رحمہم اللہ:

۱...... مرسل حدیث امام شافعیؒ کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن اگر باب میں صرف مرسل ہی ہوتو وہ اس سے احتجاج کرتے ہیں، حافظ سخاوی نے ماوردی کے حوالہ سے یہ بات فتح المغیث میں نقل کی ہے۔(۱/ ۲۷۰)

۲...... حافظ ابن قیم نے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے، چنانچہ انہوں نے صیدِ وج کی حدیث کو ضعف کے باوجود قیاس پر مقدم کیا۔ حرم مکی کے اندر اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنے کے جواز والی حدیث کو ضعف کے باوجود قیاس پر مقدم کیا۔

''من قاء اورعف فلیتوضا ولیس علیٰ صلاته''

کو اپنے ایک قول کے مطابق باوجود ضعف کے قیاس پر ترجیح دی۔

(اعلام الموقعین ۱/ ۳۲)

د: حنابلہ رحمہم اللہ:

ابن النجار حنبلی نے شرح الکوکب المنیر (۲/ ۵۷۳)

میں امام احمد کا یہ قول نقل کیا ہے:

''لست اخالف ما ضعف من الحدیث اذا لم یکن فی الباب ما یدوفعه''

یعنی باب میں ضعیف حدیث ہو اور اس کے معارض کوئی دلیل نہ ہوتو میں اس کو چھوڑتا نہیں ہوں۔

۲...... حافظ ہروی نے ذم الکلام میں امام عبداللہ بن احمد سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ایک شخص کو مسئلہ درپیش ہے اور شہر میں ایک محدث ہے، جو ضعیف ہے (ایک روایت میں: جو صحیح اور سقیم میں تمیز نہیں کرپاتا) اور ایک فقیہ ہے' جو اہل رائے وقیاس میں سے ہے' وہ کس سے مسئلہ پوچھے؟ فرمایا:

''اہل رائے سے تو پوچھے نہیں' کیوں کہ ضعیف الحدیث قوی الرائی سے بہتر ہے۔(ذم الکلام ۲/ ۱۷۹، ۱۸۰)

۳۔فقہ حنبلی کی مستند ترین کتاب ''المغنی'' میں ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ

''النوافل والفضائل لا یشترط صحة الحدیث فیھا''

نیز امام کے خطبہ کے دوران حاضرین کے احتباء (اس طرح بیٹھنا کہ سرین زمین پر ہو دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں بازوؤں یا کسی کپڑے وغیرہ سے انہیں باندھ لیا جائے) کی بابت لکھا کہ کوئی حرج نہیں' کیوں کہ چند صحابہؓ سے مروی ہے، لیکن بہتر نہ کرنا ہے' کیوں کہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے امام کے خطبہ کے دوران حبوۃ سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے اگر چہ حدیث ضعیف ہے' افضل حبوہ کا ترک ہی ہے۔(المغنی ۲/ ۸۸۔۲۵۶)

ھ: فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ:

ا۔ حافظ ذہبی نے امام اوزاعیؒ کے متعلق لکھا کہ وہ مقطوعات اور اہل شام کے مراسیل سے استدلال کرتے تھے۔(سیر اعلام النبلاء ۷/ ۱۱۴)

۲۔امام ابوداؤد کے متعلق حافظ ابن مندہ نے کہا:

''ویخرج الاسناد الضعیف اذا لم یجد فی الباب غیرہ لانہ اقوی عندہ من رای الرجال''

کہ امام ابوداؤدؒ کا مذہب ہے کہ جب کسی باب میں انہیں ضعیف حدیث کے علاوہ نہیں ملتی' تو اسی کا اخراج کر لیتے ہیں، کیوں کہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک قیاس سے قوی تر ہے۔(تدریب الراوی)

و: ظاہریہ:

ابو محمد ابن حزم جن کا تشدد مشہور ہے، محلی (۳/ ۶۱) میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے سے متعلق حدیث بروایت حسن بن علی رضی اللہ عنہما لائے اور اس کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث اگر چہ اس لائق نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے' لیکن چوں کہ حضور ﷺ سے اس سلسلہ میں اور کوئی حدیث ہمیں نہیں ملی، اس لیے ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔''

دوسری صورت:

اگر ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں احتیاط ہو' تو اس کو تمام حضرات اختیار کرتے ہیں، چنانچہ امام

نوویؒ نے اذکار میں عمل بالضعیف کی استثنائی صورتوں کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"الا ان یکون فی احتیاط فی شیء من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف یکراهة بعض البیوع، والانکحة فالمستجب ان یتنزه عنه"

اس کی شرح میں ابن علان نے مثال دی کہ جیسے فقہائے کرام نے دھوپ سے گرم کیے ہوئے پانی کے استعمال کو مکروہ لکھا ہے، حدیث عائشہؓ کی بنا پر جو ضعیف ہے۔

(شرح الاذکار ۱/۶۸، ۸۷ کما فی التعریف باوهام الخ)

تیسری صورت

اگر کسی آیت یا صحیح حدیث میں دو یا دو سے زائد معنوں کا احتمال ہو اور کوئی ضعیف حدیث ان معانی میں سے کسی ایک معنی کو راجح قرار دیتی ہو، یا دو یا چند حدیثیں متعارض ہوں اور کوئی حدیث ضعیف ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دیتی ہو تو علمائے امت اس موقع پر ضعیف حدیث کی مدد سے ترجیح کا کام انجام دیتے ہیں۔

کچھ اور صورتیں:

اس کے علاوہ کسی ثابت شدہ حکم کی مصلحت و فائدہ معلوم کرنے کے سلسلہ میں بھی ضعیف کا سہارا لیا جاتا ہے، نیز حدیث ضعیف اگر متلقی بالقبول ہو جائے اور اس کے مطابق فقہاء یا عام امت کا عمل ہو جائے تب تو ضعیف ضعیف ہی نہیں رہتی اور اس کے ذریعہ وجوب اور سنیت تک کا ثبوت ہوتا ہے۔ تفصیل دیکھئے:

اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمة الفقهاء للشیخ محمد عوامة"

اور الاجوبة الفاضلة" کے آخر میں شیخ حسین بن محسن کا مقالہ!

سید احمد بن الصدیق الغمازی المالکی رحمہ اللہ کی اس چشم کشا عبارت کے ترجمہ پر اس کڑی کو یہیں ختم کیا جارہا ہے، فرماتے ہیں۔

"احکام شرعیہ میں ضعیف سے استدلال کوئی مالکیہ ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ تمام ائمہ استدلال کرتے ہیں، اس لیے یہ جو مشہور ہے کہ احکام کے باب میں ضعیف پر عمل نہیں کیا جائے گا، اپنے عموم

واطلاق پر نہیں ہے، جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں، کیوں کہ ہر مسلک کی ان احادیثِ احکام کا آپ جائزہ لیں جن سے سب نے یا بعض نے استدلال کیا ہے تو آپ کو مجموعی طور سے ضعیف حدیثوں کی مقدار نصف یا اس سے بھی زائد ملے گی، ان میں ایک تعداد منکر، ساقط اور قریب بموضوع کی بھی ملے گی۔ البتہ بعض کے متعلق وہ کہتے ہیں: ''اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے، بعض کے متعلق کہتے ہیں: ''اس مضمون پر اجماع منعقد ہے''، بعض کے متعلق کہتے ہیں: ''یہ قیاس کے موافق ہے۔'' مگر ان سب کے علاوہ ایسی بہت سی حدیثیں بچیں گی، جن سے ان کی تمام تر علتوں کے باوجود استدلال کیا گیا ہے اور یہ قاعدہ کہ ''احکام میں ضعیف حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا'' یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے، کیوں کہ شارع علیہ السلام سے جو کچھ منقول ہے اگر چہ اس کی سند ضعیف ہو، اسے چھوڑ کر دوسری دلیل اختیار نہیں کی جاسکتی اور ضعیف کے متعلق یہ قطعی نہیں کہا جا سکتا کہ ''یہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے جب کہ وہ موضوع نہ ہو، یا اس سے قوی اصل معارض نہ ہو۔ لہٰذا قوی دلیل کی عدم موجودگی میں ضعیف سے استدلال کو ہمیں برا سمجھنے کی بجائے اولیٰ بلکہ واجب کہنا چاہیے، ہاں یہ بات ضرور بری ہے کہ اس کے لیے دو رخا طرز اپنائیں۔ پسندیدگی اور اپنے مذہب کے موافق ہونے کے وقت تو اس پر عمل کریں اور ناپسندیدگی یا اپنے مذہب کے خلاف ہونے پر ضعیف کہہ کر رد کر دیں۔ (التعریف)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب باب احکام میں ضعیف حدیث مقبول ہے، تو دیگر ابواب میں بدرجۂ اولیٰ مقبول ہوگی۔

احکام کے علاوہ میں ضعیف حدیث:

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ ضعیف غیر موضوع عقاید واحکام کے علاوہ جمہور کے نزدیک قابل عمل ہے، عقائد واحکام کے باب میں تشدد اور فضائل، ترغیب وترہیب اور مناقب وغیرہ میں تساہل کی بات حافظ سخاویؒ نے امام احمدؒ، ابن معینؒ، ابن المبارکؒ، سفیان ثوریؒ اور ابن عیینہؒ سے نقل کی ہے۔

حافظ نوویؒ نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، اپنی کتاب ''جزء اباحة القیام لاهل الفضل'' میں فرماتے ہیں:

اجمع اهل الحدیث وغیرهم علی العمل فی الفضائل ونحوهما. مما لیس فیه

حکم ولا شیء من العقائد وصفات الله تعالیٰ بالحدیث الضعیف." (نقلاً عن التعریف باوهام)

امام نوویؒ کی "الاربعین" اور اس کی شرح "فتح المبین" لابن الحجر المکی الهیثمی کے الفاظ ہیں:

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال' لانه ان کان صحیحاً فی نفس الامر، فقد اعطی حقه والا لم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر. (الاجوبة الفاضلہ. ص: ۴۳)

یعنی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے، کیوں کہ اگر وہ واقعتاً صحیح تھی تو اس کا اس کا حق مل گیا ورنہ اس پر عمل کرنے والے نہ تو حرام کو حلال کرنا لازم آیا اور نہ اس کے برعکس اور نہ ہی کسی غیر کا حق پامال کرنا۔

معلوم ہوا کہ مسئلہ اجماعی ہے اور کوئی بھی حدیث ضعیف کو شجرۂ ممنوعہ قرار نہیں دیتا، لیکن چند بڑے محدثین اور اساطین علم کے نام ذکر کیے جاتے ہیں جن کے متعلق یہ نقل کیا جاتا ہے کہ وہ فضائل میں بھی ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ (قواعد التحدیث للشیخ جمال الدین القاسمی ص ۱۱۶)

ان اساطین میں امام بخاریؒ، مسلم، یحییٰ بن معینؒ، ابوبکر بن العربیؒ ہیں، بعض حضرات نے ابوشامہ مقدسیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور علامہ شوکانیؒ کا نام بھی لیا ہے۔ تفصیل کا تو موقع نہیں آیئے! ان حضرات کی آرا کے متعلق کچھ تحقیق کر لیں!

امام بخاریؒ کا موقف

علامہ جلال الدین قاسمیؒ (صاحب قواعد الحدیث) کے بقول بظاہر امام بخاریؒ کا مذہب مطلقاً منع ہے اور یہ نتیجہ انہوں نے صحیح بخاری کی شرط اور اس میں کسی ضعیف حدیث کو داخل کتاب نہ کرنے سے نکالا ہے' علامہ شیخ زاہد الکوثریؒ نے بھی اپنے مقالات (ص: ۵۴) میں یہی بات کہی ہے، لیکن یہ بات درست نہیں بلکہ اس مسئلہ میں امام بخاری کا موقف بالکل جمہور کے موافق ہے۔

جہاں تک صحیح بخاری کا تعلق ہے' تو اولاً اس میں امام نے صرف صحیح حدیثوں کا التزام کیا ہے، لہٰذا

اس میں کسی ضعیف حدیث کا نہ ہونا' اس بات کو مستلزم نہیں کہ امام کے نزدیک ضعیف سرے سے نا قابل عمل ہے، جیسا کہ کسی حدیث کا اس میں نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ غیر صحیح ہے۔ چنانچہ خود آپ نے احادیثِ آداب واخلاق کا ایک گراں قدر مجموعہ "الادب المفرد" مرتب فرمایا جس کی شرط یقیناً ان کی جامع صحیح سے بہت فروتر ہے حتیٰ کہ عصر حاضر کے بعض علم برادارانِ حفاظتِ سنت کو

"صحیح الادب المفرد" اور" ضعیف الادب المفرد"

کے جراحی عملی کی مشقت اٹھانی پڑی۔

اس کتاب میں امام بخاری نے ضعیف احادیث وآثار کی ایک بڑی مقدار تخریج کی ہے، بلکہ بعض ابواب تو آباد ہی ضعیف سے ہیں اور آپ نے ان سے استدلال کیا ہے، چنانچہ اس کے رجال میں ضعیف، مجہول، منکر الحدیث، متروک ہر طرح کے پائے جاتے ہیں' مثال کے طور پر علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے "الادب المفرد" کی شرح "فضل اللہ الصمد" سے ۱۲۲ احادیث وآثار اور ان کے رجال کے احوال نقل کیے ان میں سے بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اثر نمبر ۲۳ میں علی بن الحسین بن واقد المروزی: **ضعیف الحدیث.**

(۲) حدیث نمبر ۴۳ میں محمد بن فلان بن طلحہ، **مجہول، او ضعیف متروک.**

(۳) اثر نمبر ۴۵ میں عبیداللہ بن موہب، قال احمد: **لایعرف.**

(۴) اثر نمبر ۵۱ ابوسعد سعید بن المرزبان البقال الاعور، **ضعیف.**

(۵) حدیث نمبر ۶۳ میں سلیمان ابو ادام یعنی سلیمان بن زید: **ضعیف، لیس بثقہ کذاب، متروک الحدیث.**

(۶) حدیث نمبر ۱۱۱ میں لیث بن ابی سلیم القرشی ابوبکر: **ضعیف.**

(۷) حدیث نمبر ۱۱۲ میں عبداللہ بن المساور: **مجہول.**

(۸) حدیث نمبر ۱۳۷ میں یحییٰ بن ابی سلیمان: قال البخاری: **منکر الحدیث.**

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب سے الادب المفرد کے رجال کو کھنگالا تو

مستورین کی تعداد دو، ضعفاء کی تعداد ۲۲ اور مجہولین کی تعداد ۲۸ نکلی، مجموعہ ۵۲ رواۃ۔

اس جائزہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ فضائل کی حدیثوں کے بارے میں امام بخاری کا مسلک وہی ہے، جو جمہور کا ہے۔

صحیح بخاری میں متکلم فیہ رجال کی حدیثیں:

ثانیاً خود الجامع الصحیح میں ایسی مثالیں موجود ہیں جن کی روایت میں کوئی متکلم فیہ راوی موجود ہے، جس کی حدیث محدثین کے اصول پر کسی طرح حسن سے اوپر نہیں اٹھ سکتی، بلکہ بعض حدیثوں میں ضعیف راوی منفرد ہے اور اس کو داخل صحیح کرنے کی اس کے علاوہ کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کہ اس کا مضمون غیر احکام سے متعلق ہے اور شارحین نے یہی تاویل بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہوں چند مثالیں!

(۱) حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری (ص: ۶۱۵) میں محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قال ابوزرعه منكر الحديث، واورد له ابن عدى عدة احاديث، قلت: له فى البخارى ثلاثة احاديث، ليس فيها شىء مما استنكره ابن عدى" ثالثها فى الرقاق:" كن فى الدنيا كانك غريب" وهذا تفرد به الطفاوى، وهو من غرائب الصحيح، وكان البخارى لم يشدد فيه لكونه من احاديث الترغيب والترهيب"

یعنی" کن فی الدنیا کانک غریب" (بخاری کتاب الرقاق) حدیث کی روایت میں محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی منفرد ہے، حافظ فرماتے ہیں کہ شاید امام بخاری نے اس تساہل کا معاملہ صرف اس وجہ سے کیا ہے کہ یہ ترغیب وترہیب کی حدیثوں میں سے ہے۔

(۲) **عن ابى بن عباس بن سهل بن سعد عن ابيه عن جده قال: كان النبى ﷺ فى حائطنا فرس يقال له اللحيف.** (کتاب الجہاد)

حافظ نے تہذیب التہذیب میں ابی بن عباس بن سہل کی بابت امام احمد، نسائی، ابن معین، امام بخاری سے تضعیف کے جملے نقل کیے، عقیلی نے کہا اس کی کئی حدیثیں ہیں اور کسی پر اس کی متابعت نہیں کی گئی ہے، پھر حافظ نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث پر اس کے بھائی عبدالمہیمن بن عباس نے متابعت کی ہے

لیکن وہ بھی ضعیف ہے‘ ملاحظہ ہوں یہ الفاظ:

”وعبدالمھیمن ایضاً فیه ضعف، فاعتضد' وانضاف الی ذلک انه لیس من احادیث الاحکام، فلهذه الصورة المجموعة حکم البخاری بصحة“انتھی ۔ابی بن عباس کے ضعف کی تلافی اس کے بھائی سے اس قدر نہیں ہو سکی کہ حدیث کو صحیح کا درجہ دیا جائے تو اس خلل کو اس پہلو سے پر کیا گیا کہ حدیث احکام سے متعلق نہیں ہے، اس لیے چل جائے گی۔

(۳)...... محمد بن طلحة عن طلحة عن مصعب بن سعد قال: رای سعد ان له فضلاً علی من دونه، فقال النبی ﷺ: هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم.“

(کتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب)

محمد بن طلحہ بن مصرف الکوفی ان کا سماع اپنے والد سے کم سنی میں ہوا تھا امام نسائی، ابن معین، ابن سعد وغیرہ نے ان کو ضعیف کہا ہے، تقریب میں ہے:

صدوق له اوهام وانکروا سماعه من ابیه لصغره:

حافظ ابن حجرؒ مقدمہ (ص: ۶۱۳) میں فرماتے ہیں:

صحیح بخاری میں ان کی تین حدیثیں ہیں، دو تو متابعت کی وجہ سے درجۂ صحت کو پہنچ جاتی ہیں، تیسری (مذکورہ بالا حدیث) ہے، اس کی روایت میں محمد بن طلحہ منفرد ہیں، مگر یہ فضائل اعمال سے متعلق ہے، یعنی فضائل اعمال کی حدیث ہونے کی وجہ سے چشم پوشی کی گئی۔

امام مسلمؒ کا موقف

علامہ جلال الدینؒ نے امام مسلم کے متعلق دلیل یہ دی کہ انہوں نے مقدمہ میں ضعیف و منکر احادیث کے روایت کرنے والوں پر سخت مذمت کی ہے اور اپنی صحیح میں ضعیف حدیث کا اخراج نہیں کیا ہے‘ لیکن امام مسلم کی اس تشنیع سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ضعفاء سے روایت کرنا مطلقاً ناجائز ہے‘ انہوں نے تو صحیح حدیثوں کو جمع کرنے والے پر یہ بات ضروری قرار دی ہے کہ وہ مشہور ثقہ راویوں کی حدیثوں کو تلاش کرے، ضعیف حدیث کے علی الاطلاق مردود ہونے پر ان سے کوئی صراحت منقول نہیں ہے۔

تاہم امام مسلم نے بعض ضعفاء کی حدیثیں صحیح میں متابعات و شواہد کے طور پر اخراج کی ہیں، آپ

نے مقدمہ میں حدیثوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں:

(۱)......وہ حدیثیں جو حفاظ متقنین کی روایت سے ہیں۔

(۲)......وہ حدیثیں جو ایسے لوگوں کی روایت سے ہیں، جو حفظ و اتقان میں متوسط اور بظاہر جرح سے محفوظ ہیں۔

(۳)......وہ حدیثیں جو ضعفاء و متروکین کی روایت سے ہیں۔

امام مسلم کی اس صراحت اور صحیح میں ان کے طرز عمل کے درمیان تطبیق میں شراح نے مختلف باتیں کہی ہیں' قاضی عیاض نے جو توجیہ کی، علامہ ذہبی اور نووی نے اس کو پسند کیا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

امام مسلم نے جن تین طبقات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے آخری طبقہ ان رواۃ کا ہے، جن کے متہم ہونے پر تمام یا اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ اس سے پہلے ایک طبقہ ہے جس کا ذکر امام نے اپنی عبارت میں نہیں کیا ہے اور یہ لوگ وہ ہیں جن کو بعض تو متہم سمجھتے ہیں اور بعض صحیح الحدیث قرار دیتے ہیں، یہ کل چار طبقے ہوئے۔ میں نے امام مسلم کو پایا کہ وہ پہلے دونوں طبقوں کی حدیثیں لاتے ہیں اس طرح کہ باب میں اولاً طبقۂ اولیٰ کی حدیث تخریج کرتے ہیں، پھر مزید تقویت کے لیے طبقۂ ثانیہ کی حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور جب کسی باب میں طبقۂ اولیٰ سے کوئی حدیث ان کے پاس نہیں ہوتی تو ثانیہ ہی کی حدیث پر اکتفا کرتے ہیں، پھر کچھ ایسے لوگوں کی حدیثیں بھی تخریج کرتے ہیں، جن کی بعض نے تضعیف اور بعض نے توثیق کی ہوتی ہے، رہے چوتھے طبقہ کے لوگ' تو ان کو آپ نے ترک کر دیا ہے۔ (مقدمہ شرح نوویؒ)

حافظ شمس الدین ذہبیؒ فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ طبقۂ اولیٰ و ثانیہ کی حدیثیں مساویانہ طور پر لیتے ہیں، ثانیہ کی معدودے چند کو چھوڑ کر جس میں وہ کسی قسم کی نکارت سمجھتے ہیں پھر متابعات و شواہد کے طور پر طبقۂ ثالثہ کی حدیثیں لیتے ہیں، جن کی تعداد بہت زیادہ نہیں' اصول میں تو ان کی حدیثیں شاید ہی لیتے ہیں' یہ عطا بن السائب، لیث بن ابی سلیم، یزید بن ابی زیاد، ابان بن صمعہ، محمد بن اسحاق اور محمد بن عمرو بن علقمہ اور ان کی حیثیت لے لوگ ہیں۔'' (سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۵۷۵)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اوپر صحیحین کے تعلق سے جو کچھ عرض کیا گیا، اس سے ممکن ہے بعض اہل علم کو شبہ ہو کہ پھر تو صحیحین سے اعتماد اٹھ جائے گا، اور نتیجۂ پورا ذخیرۂ حدیث مشکوک ہو جائے گا، جب کہ صحیحین کا اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونا مسلم اور متفق علیہ ہے، کیوں کہ جب صحیحین تک ضعیف حدیثوں سے محفوظ نہیں رہیں تو دوسری کتب حدیث تو بدرجۂ اولی محفوظ نہیں رہیں گی اور اس طرح پورا ذخیرۂ حدیث مشکوک اور ناقابل اعتماد ہو جائے گا اور منکرین حدیث کو انکار حدیث کے لیے بہانہ ملے گا۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ہم نے یہ کہا ہی کب ہے کہ صحیحین میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ جمہور امت کے نزدیک حدیثوں میں صحت وحسن کا معیار مختلف ہوتا ہے، باب احکام (حلال وحرام) میں سخت ہوتا ہے تو فضائل وغیرہ میں نرم، چنانچہ ہم نے بخاری شریف سے جو مثالیں پیش کی ہیں وہ اپنی علتوں کے باوجود فضائل وآداب کے باب کے اعتبار سے یقیناً صحیح ہیں۔ اگرچہ باب احکام میں جس درجہ کی صحت ہوتی ہے وہ ان میں نہیں ہے، اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کو داخل "صحیح" کر لیا۔

اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے بعض حضرات ہر باب میں صحت وحسن کے اسی معیار کو استعمال کرنے لگتے ہیں، جو باب احکام کے لیے مخصوص ہے اور وہ بھی صرف اسنادی پہلو سے، اس لیے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ ضعیف اور متکلم فیہ رجال کی حدیثوں کی بابت صحیحین کے مصنفین کا اصل موقف واضح کر دیا جائے تا کہ اس مغالطہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

ورنہ صحیحین کے متعلق جمہور امت کی جو رائے ہے، وہی ہمارا بھی مسلک ہے کہ یہ دونوں کتابیں صرف صحیح احادیث کا مجموعہ ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ نے مقدمہ "فتح الملہم" میں صحیحین کی حدیثوں کے مفید قطع ویقین ہونے کے نظریہ کی مدلل تردید کرنے کے بعد صحیحین کی عظمت ومقام کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی عبارت نقل کی ہے، اس جگہ ہم بھی انہیں کی عبارات کو نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں، علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لیس غرضنا مما کتبنا فی هذالبحث تهوین امر الصحیحین او غیر هما کتب

الحديث، بل المقصود نفي التعمق والغلو، ووضع كل شيء في موضعه، وتنويه شانه بما يستحقه ونحن بحمدالله نعتقد في هذين الكتابين الحليلين و نقول بما قال شيخ شيوخنا، ومقدم جماعتنا الشاه ولي الله الدهلوي في "حجة الله البالغة" وهذا لفظه:

اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع (بالتفصيل الذي ذكرنا) وانهما متواتران الى مصنفيهما، وانه من كان يهون امرهما، فهو مبتدع ضال متبع غير سبيل المؤمنين."

اس بحث میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ہمارا مقصد معاذ اللہ صحیحین یا دوسری کتب حدیث کی کسر شان نہیں ہے' بلکہ ان کی بابت غلو کی تردید اور ہر چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنے اور اس کو اس کا واجبی حق دینے کی کوشش ہے، ورنہ ہم بحمد اللہ ان دونوں عظیم الشان کتابوں کے متعلق وہی نظریہ رکھتے ہیں' جو ہمارے شیخ الشیوخ اور مقتدا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں فرمایا ہے۔

رہی صحیحین تو محدثین اس پر متفق ہیں کہ ان میں جو کچھ مرفوع متصل کے قبیل سے ہے وہ بالکل صحیح ہے' اور ان کتابوں کا ثبوت ان کے مصنفین سے بطور تواتر ہے، بلاشبہ جو شخص ان کی شان گھٹائے گا وہ بدعتی، گمراہ اور مسلمانوں کے راستے کے علاوہ راستہ کی پیروی کرنے والا ہوگا۔'' (مقدمہ فتح الملہم ص:۱۰۸)

یحییٰ بن معینؒ کا موقف

ابن سید الناس نے تو عیون الاثر میں یحییٰ کا مذہب مطلقاً وہی نقل کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ان کا مذہب جمہور کے موافق ہے، شواہد درج ذیل ہیں:

(۱) جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حافظ سخاویؒ نے فتح المغیث میں جن چند لوگوں سے (عقائد و احکام میں تشدد، فضائل وغیرہ میں تساہل) نقل کیا ہے ان میں ابن معین بھی ہیں۔ (فتح المغیث ۱/ ۲۹۷)

(۲) شیخ احمد محمد نور سیف نے ''مقدمہ تاریخ ابن معین'' میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین کی محمد بن اسحاق کے متعلق جو رائیں منقول ہیں، ان سے قطعاً یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کی حدیثیں مطلقاً قابل ترک ہیں، چنانچہ فرمایا:

"ثقة ولكن ليس بحجة"

ابن اسحاق کے شاگرد زیاد بن عبداللہ البکائی کے متعلق فرمایا:

"ليس بشيء لا باس به في المغازي واما في غيرهما فلا"

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مغازی وغیرہ میں تو ابن اسحاق اور ان کے شاگرد مقبول ہیں، احکام وغیرہ میں نہیں۔

(۳) الکامل لابن عدی (۱/۲۶۶) میں ہے:

"عن ابن ابي مريم قال: سمعت ابن معين يقول: ادريس بن سنان يكتب من حديثه الرقاق"

ابن معین کے نزدیک ادریس بن سنان کی حدیث رقاق (آداب وفضائل) کے باب میں قابل قبول ہے، جب کہ یہ ضعیف ہیں۔

ابوبکر بن العربیؒ کا موقف:

یہ "مالکی المسلک فقیہ" ہیں، ان سے ایسی کوئی صراحت تو نہیں ملی، جس سے ثابت ہو کہ ان کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف قابل عمل نہیں، البتہ اس کے برعکس ثابت ہے۔

(۱) مرسل حدیث جو جمہور محدثین وشافعیہ کے نزدیک ضعیف ہے مالکیہ کے نزدیک اس سے استدلال درست ہے، وہ خود اس بات کو نقل کرتے ہیں۔

"المرسل عندنا حجة في احكام الدين من التحليل والتحريم وفي الفضائل وثواب العبادات، وقدبينا ذلك في اصول الفقه"

(عارضة الاحوذی ۲/۲۳۷).

(۲) ضعیف کے معمول بہ ہونے کی صراحت خود فرماتے ہیں:

"روى ابو عيسىٰ حديثاً مجهولاً: "ان شئت شمته وان شئت فلا" وهووان كان مجهولاً فانه يستحب العمل به لانه دعاء بخير، وصلة للجليس، وتودد له" (عارضه ۱۰/۲۰۵)

یعنی اگر چہ یہ حدیث مجہول کی روایت سے ہے، لیکن اس پر عمل کرنا مستحب ہے، کیوں کہ اس میں خیر کی دعا، ہم نشیں کی دل بستگی اور اس سے محبت کا اظہار ہے۔

ابوشامہ مقدسی کا موقف:

محدث ابوشامہ مقدسی کی بات شیخ طاہر الجزائری نے توجیہ النظر (۲/ ۲۵۷) میں نقل کیا ہے، انہوں نے اپنی کتاب "الباعث علی انکار البدع والحوادث" میں حافظ ابن عساکر دمشقی کی ایک مجلسِ املاء کی حوالہ سے ماہ رجب کی فضیلت کے متعلق تین حدیثیں ذکر کیں، اس کے بعد لکھا کہ:

"**کنت اود ان الحافظ لم یذکر ذلک فان فیه تقریراً لما فیه من الاحادیث المنکرة فقدره کان اجل من ان یحدث عن رسول الله ﷺ بحدیث یری انه کذب، ولکنه جریٰ علی عادة جماعة من اهل الحدیث یتساهلون فی احادیث الفضائل الخ**".

یعنی کاش کہ ابن عساکر ان حدیثوں کو نہ بیان کرتے، کیوں کہ اس سے منکر حدیثوں کو رواج دینا ہے، آپ جیسے محدث کی شایان شان نہیں کہ ایک حدیث جس کو غلط سمجھ رہے ہیں بیان کریں۔ لیکن محدثین کی ایک جماعت جو فضائل اعمال میں تساہل برتتی ہے اس کے طریقہ کو آپ نے اختیار کیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں اس پر تبصرہ یوں فرماتے ہیں:

محدث ابوشامہ نے فضائل وغیرہ میں ضعف پر عمل کے سلسلہ میں تو کوئی نقد نہیں کیا، بلکہ ابن عساکر جیسے ماہر فن کے طرز عمل پر نکتہ چینی کی کہ انہوں نے ایک منکر حدیث بغیر کسی وضاحتی بیان کے عوام میں نقل فرمادی، جس سے عوام یا جس کو اس فن سے مناسبت نہیں، ابن عساکر کی نقل سے دھوکہ کھانے اور اس کو ثابت سمجھنے کا اندیشہ ہے، جب کہ محدثین کے نزدیک یہ غیر ثابت ہے"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا موقف:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بھی فضائل وغیرہ میں ضعیف پر عمل کے مسئلہ میں جمہور سے الگ نہیں ہوسکے، اس دعویٰ کا بین ثبوت ان کی کتاب "**الکلم الطیب**" ہے، اس میں ضعیف حدیثوں کی تعداد کتنی ہے، اس کا جواب علامہ ناصر الدین البانیؒ دیں گے، جنہوں نے "صحیح الکلم الطیب" اور ضعیف الکلم الطیب" میں خط امتیاز قائم کرنے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔ (التعریف باوھام ۱/ ۱۰۳)

علامہ شوکانی کا موقف:

اگرچہ علامہ شوکانیؒ کی ''الفوائد المجموعہ'' (ص:۲۸۳) کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث مطلقاً ناقابل عمل ہے۔ لیکن ان کی اہم ترین تصنیف ''نیل الاوطار'' (۶۰/۳) کی یہ عبارت اس کی نفی کرتی ہے۔

"ولآيات والاحاديث المذكوره فى الباب تدل على مشروعيه الاستكثار من الصلاة بين المغرب والعشاء، ولاحاديث وان كان اكثرها ضعيفاً فهي منتهصه بمجموعها، لاسيما فى فضائل الاعمال."

اس کا مطلب یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل کی کثرت سے متعلق اکثر حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن مجموعی حیثیت سے مضبوط ہیں، خاص کر فضائل اعمال میں۔

نیز آپ کی کتاب ''تحفة الذاكرين'' کا مطالعہ کرنے والا شخص تو ہمت ہی نہیں کر سکتا کہ ان کی طرف سے زیر بحث مسئلہ میں خلاف جمہور رائے کا انتساب کرے، کیوں کہ وہ تو ضعاف سے بھری پڑی ہے۔ (ملاحظہ ہو التعریف)

ان معروضات سے یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ ضعیف حدیث جب کہ موضوع نہ ہو، باب احکام وعقائد کے علاوہ میں اجماعی طور سے پوری امت کے نزدیک قابل عمل ہے، اور چوں کہ فضائل، مناقب، ترغیب وترہیب، سیر ومغازی کی احادیث کے ذریعہ غفلت سے بیداری اور دین پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے پورے شد ومد سے ان کے خلاف ہوّا کھڑا ہو گیا ہے، تاکہ مذہبی احکام کی اہمیت کم سے کم تر ہو جائے، پھر زیاں کے بعد زیاں کا احساس باقی نہ رہے ''یالیت قومي یعلمون.''

ضعیف حدیث پر عمل کی شرائط:

ہاں یہ ضرور ہے کہ ضعیف حدیث کا ثبوت متحمل ہوتا ہے، اس لیے اس سے استدلال کے وقت کچھ امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، حافظ شمس الدین سخاوی نے القول البدیع (ص:۱۵۹) میں ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے۔

حدیث ضعیف پر عمل کے لیے تین شرطیں ہیں:

۱۔ یہ کہ ضعف غیر شدید ہو، چنانچہ وہ حدیث جس کی روایت تنہا کسی ایسے شخص کے طریق سے ہو جو کذاب یا متہم بالکذب، یا فاحش الغلط ہو، خارج ہوگی۔

۲۔ اس کا مضمون قواعد شرعیہ میں سے کسی قاعدہ کے تحت آتا ہو، چنانچہ وہ مضمون خارج از عمل ہوگا، جو محض اختراعی ہو، اصول شرعیہ میں سے کسی اصل سے میل نہ کھاتا ہو، (ظاہر ہے اس کا فیصلہ دیدہ ور اور بالغ نظر فقہاء ہی کر سکتے ہیں، ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

۳۔ اس پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا عقیدہ نہ رکھا جائے، بلکہ صرف اس کے ثواب کے حصول کی امید کے ساتھ کیا جائے، مبادا آنحضرت ﷺ کی جانب ایک بات جو واقع میں آپؐ نے نہ فرمائی ہو، اس کا آپ کی طرف منسوب کرنا لازم آجائے۔

۴۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے ایک چوتھی شرط بھی ذکر کی ہے وہ یہ کہ مسئلہ کے متعلق اس سے قوی دلیل معارض موجود نہ ہو، پس اگر کوئی قوی دلیل کسی عمل کی حرمت یا کراہت پر موجود ہو اور یہ ضعیف اس کے جواز یا استحباب کی متقاضی ہو، تو قوی کے مقتضی پر عمل کیا جائے گا۔

''فضائل اعمال'' اور ''ترغیب وترہیب'' کا فرق

واضح رہے کہ اہل علم ضعیف حدیث کے قابل قبول ہونے کے مواقع بیان کرتے ہوئے اپنی عبارتوں میں ''فضائل اعمال'' اور ''ترغیب وترہیب'' دو لفظوں کا استعمال کرتے ہیں، فضائل اعمال کا اطلاق ایسے موقعوں پر کرتے ہیں جہاں کوئی مخصوص عمل پہلے سے کسی نص صحیح یا حسن سے ثابت ہونے کی بجائے کسی ضعیف حدیث کا اس عمل کا ذکر اور اس کی فضیلت آئی ہو اور علمائے امت اور فقہائے کرام اس ضعیف حدیث ہی کی بنیاد پر اس عمل کو مستحب قرار دیتے ہیں، مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ، مثلاً: مغرب کے بعد چھ رکعات کا پڑھنا، قبر میں مٹی ڈالتے وقت مخصوص دعا کا پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے، (جیسا کہ گذرا) اور جیسے اذان میں ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر اذان ادا کرنا) اور اقامت میں حدر (روانی سے ادا کرنا) مستحب ہے، ترمذی کی حدیث ضعیف کی وجہ سے جو عبدالمنعم بن نعیم کے طریق سے روایت کر کے کہتے ہیں: **"هذا اسناد مجهول"** اور **عبدالمنعم** کو ''دار قطنی'' وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، ان مثالوں میں مذکورہ بالا شرطیں پائی جا رہی ہیں۔

اور ''ترغیب وترہیب'' کا اطلاق ایسے مواقع میں کرتے ہیں، جہاں کہ وہ مخصوص عمل کسی نص قرآنی، حدیث صحیح یا حسن سے ثابت ہو اور کسی حدیث ضعیف میں ان اعمال کے کرنے پر مخصوص ثواب کا وعدہ اور نہ کرنے یا کوتاہی کرنے پر مخصوص وعید وارد ہوئی ہو، چنانچہ اس مخصوص وعدہ اور وعید کو بیان کرنے کے لیے ضعیف سے ضعیف حدیث کو مذکورہ بالا شرطوں کے بغیر بھی بیان کرنا جائز قرار دیتے ہیں، اس لیے کہ اس میں اس حدیث سے کسی طرح کا کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور فضائل میں جو استحباب ثابت ہوتا ہے وہ بر بنائے احتیاط ہے اور بعض شوافع کے نزدیک تو استحباب حقیقۃً حکم اصطلاحی ہی نہیں ہے، اس لیے کوئی اشکال نہیں امام بیہقی رحمہ اللہ دلائل النبوۃ (۱/۳۳۔۳۴) میں فرماتے ہیں:

واما النوع الثانی من الاخبار فهی احادیث اتفق اهل العلم بالحديث على ضعف مخرجها وهذا النوع على ضربين: ضرب رواه من كان معروفاً بوضع الحديث والكذب فيه، فهذا الضرب لايكون مستعملاً في شيء من امور الدين الا على وجه التلين......

وضرب لايكون راويه متهماً بالوضع غير انه عرف بسوء الحفظ و كثرة الغلط فى رواياته، او يكون مجهولاً لم يثبت من عدالته وشرائطه قبول خبره ما يوجب القبول، فهذا الضرب من الاحاديث لايكون مستعملاً فى الاحكام، وقد يستعمل فى الدعوات، والترغيب والترهيب ، والتفسير، والمغازى فيما لايتعلق به حكم'' انتهى.

اور ترغیب وترہیب کے لیے مذکورہ نرمی محدثین کے طرز عمل سے ظاہر ہے، جیسا کہ اگلے عنوان میں واضح ہوگا۔

یہ فرق مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے بھی مترشح ہوتا ہے:

''فان عبارة النووى وابن الهمام وغيرهما منادية باعلىٰ النداء يكون المراد بقبول الحديث الضعيف فى فضائل الاعمال هو ثبوت الاستحباب ونحوه به، لا مجرد ثبوت فضيلة لعمل ثابت بدليل آخر، ويوافقه صنيع جمع من الفقهاء و المحدثين حيث يثبتون استحباب الاعمال التى لم يثبت. بالاحاديث الضعيفة وايضاً لو كان المراد ما ذكره، (يعنى الخفاجى من ان المراد بقبول الضعيف فى الفضائل

هو مجرد ثبوت فضيلة لعمل ثابت) لما كان لقولهم "يقتل الضعيف في فضائل الاعمال وفي المناقب" وفي الترغيب والترهيب فائدة يعتد بها."

ضعیف یا موضوع حدیثوں کی پذیرائی کس کس نے کی؟

جیسا کہ گذر چکا ہے کہ بطور متن لائی گئی حدیثوں میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے کوئی ایسی حدیث اپنی دانست کے مطابق ذکر نہیں کی جو موضوع ہو، چنانچہ جس کسی حدیث کے متعلق کسی نے وضع کی بات کی ہوتی ہے اور شیخ اس کے طرق اور مؤیدات وشواہد کی بنا پر مطمئن ہوتے ہیں تو ان طرق وشواہد کے ساتھ حدیث ذکر کرتے ہیں۔

البتہ شرح میں تائید وتوضیح کے طور پر امام غزالی کی احیاء العلوم، فقیہ ابواللیث کی تنبیہ الغافلین اور قراۃ العیون جیسی کتابوں سے بکثرت لیتے ہیں۔اس حقیقت کے اعتراف میں ہمیں ذرا بھی تأمل نہیں کہ ان کتابوں میں انتہائی ضعیف، موضوع و بے اصل روایات کی تعداد خاصی ہے۔ چنانچہ "مجموعہ فضائل اعمال" میں بھی اس طرح کی روایات کا در آنا بعید نہیں، اس کے باوجود ہمارا دعویٰ ہے کہ اس کتاب کی معتبریت اور حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا...... آخر کیوں؟

اس لیے کہ ہم نے بڑے بڑے ائمہ جرح وتعدیل اور نقادِ حدیث کو دیکھا کہ جب وہ رجال کی جرح وتعدیل اور حدیثوں میں ثابت وغیر ثابت، صحیح وغیر صحیح کی تحقیق کرنے کے موڈ میں ہوتے ہیں، تو ان کا انداز تحقیق اور لب ولہجہ اور ہوتا ہے اور جب اخلاق، آداب، فضائل یا ترغیب وترہیب کے موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔تو اتنا نرم، پہلو اختیار کرتے ہیں کہ موضوع تک کو بطور استدلال پیش کر ڈالتے ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ یہ وہی ابن جوزی، منذری، نووی، ذہبی، ابن حجر، ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہم اللہ ہیں، جن پر فن نقد ودرایت کو بجا طور پر ناز ہے اور مجموعی طور پر ان اساطین علم حدیث کا طرز عمل صاف غمازی کرتا ہے کہ ترغیب وترہیب وغیرہ کے باب میں چشم پوشی زیادہ ہے۔جس کا آج کے مدعیان علم وتحقیق نہ جانے کس مصلحت سے نظر انداز کر رہے ہیں؟

امام بخاریؒ سمیت جمہور محدثین وفقہاء کا ضعیف حدیث کے ساتھ نرم پہلو اختیار کرنے کا معاملہ معلوم ہو چکا، اس کے علاوہ کچھ نامور ناقدین حدیث اور مشہور مصنفین کا ان کی کتابوں میں طرز عمل

ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔حافظ ابن جوزیؒ

حافظ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ نے ایک طرف موضوعات کی تحقیق میں بے مثال کتاب تصنیف فرمائی تا کہ واعظین اور عامۃ المسلمین ان موضوع حدیثوں کی آفت سے محفوظ رہیں، نیز وہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں متشدد مانے جاتے ہیں۔ دوسری طرف اپنی پندو موعظت اور اخلاق و آداب کے موضوع پر تصنیف کردہ کتابوں میں آپ نے بہت سی ایسی حدیثیں نقل کر ڈالی ہیں، جو ضعیف کے علاوہ موضوع بھی ہیں۔ مثلاً دیکھئے ان کی کتاب ''ذم الھویٰ''، ''تلبیس ابلیس''، ''رئوس القواریر'' اور ''التبصرہ'' جس کی تلخیص شیخ ابوبکر احسائی نے ''قرۃ العیون المبصرۃ بتلخیص کتاب التبصرہ'' میں کی ہے۔

یہ بات حافظ ابن تیمیہؒ نے ''الرد علی البکری'' (ص:۱۹) میں ابونعیمؒ، خطیبؒ، ابن جوزیؒ، ابن عساکرؒ، اور ابن ناصرؒ کے متعلق مشترکہ طور پر کہی ہے، حافظ سخاویؒ نے شرح الالفیہ میں لکھا:

''وقد اکثر ابن الجوزی فی تصانیفه الوعظیه فما اشبهها من ایراد الموضوع وشبهه''

۲۔حافظ منذریؒ

حافظ منذری کی الترغیب والترہیب کے نہج اور اس کے متعلق حافظ سیوطیؒ کی رائے گزر چکی اور ضمناً یہ بات بھی آئی کہ وہ ایسی حدیثیں بھی لاتے ہیں جس کی سند میں کوئی کذاب یا متہم راوی ہوتا ہے اور اس کو صیغۂ تمریض ''روی'' سے شروع کرتے ہیں (شیخ رحمہ اللہ بھی ترغیب وترہیب منذری کی ایسی کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو صیغۂ تمریض ہی سے کرتے ہیں) حافظ منذری اپنے مقدمہ میں کتاب کی شرطوں اور مصادر و مآخذ سے فارغ ہو کر لکھتے ہیں:

''واستوعبت جمیع ما فی کتاب ابی القاسم الاصفهانی مما لم یکن فی الکتب المذکورة، وهو قلیل واضربت عن ذکر ما قلیل فیه من الاحادیث المنحققة الوضع''

یعنی مذکورہ اہم مصادر حدیث کے علاوہ میں نے ابوالقاسم اصفہانی کی ترغیب وترہیب (جس میں انہوں نے اپنی سند سے حدیثیں تخریج کی ہیں) کی وہ ساری حدیثیں لی ہیں، جو مذکورہ کتب میں نہیں

آسکیں اوران کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور حدیثوں کو نظر انداز کر دیا ہے جس کا موضوع ہونا قطعی ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی حدیث کی سند میں کذاب یا متہم راوی کا ہونا اس کے واقعی موضوع ہونے کو مستلزم نہیں ہے، تبھی تو منذریؒ نے ایسی روایات کو منتخب کرلیا جو ان کے نزدیک قطعی طور پر موضوع نہیں ہیں اور ان کی سند میں ایسے رجال ہیں جو کذاب یا متہم کہے گئے ہیں۔

۳۔علامہ نوویؒ

علامہ نوویؒ شارح صحیح مسلم کے متعلق بھی علامہ کتانی نے (الرحمۃ المرسلۃ ص: ۱۵) میں حافظ سیوطی کا یہ جملہ نقل کیا ہے: "اذا علتم بالحدیث انہ فی تصانیف الشیخ محیی الدین النووی فاروہ مطمئنین" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ موضوع حدیث اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کرتے اور ضعیف حدیثیں تو اس میں شک نہیں کہ ان کی کتاب "الاذکار" میں ان کی خاصی تعداد ہے جس سے معذرت کے طور پر مقدمہ میں انہیں یہ حقیقت واشگاف کرنی پڑی کہ ضعیف حدیث اگر موضوع نہ ہو تو فضائل اور ترغیب و ترہیب میں معتبر ہوتی ہے جیسے کہ گزرا۔

بلکہ "ریاض الصالحین" جو باب فضائل میں صحیح حدیثوں کا مجموعہ ہے اور جس کے متعلق انہوں نے صراحت کی ہے کہ وہ صحیح حدیث ہی ذکر کریں گے، اس میں چند ایک ضعیف حدیثیں موجود ہیں، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے بطور مثال تین حدیثیں پیش کی ہیں۔ مثلاً:

(۱) "الکیس من دان نفسه الخ" اس کی سند میں ابوبکر بن عبداللہ بن مریم ہے، جو بہت ہی ضعیف ہے۔ (فیض القدیر ۶۸/۵)

(۲) **"ما اکرم شباب شیخاً الا قیض الله له من یکرمه عند کبر سنه"**

اس کے ضعیف ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ اس کی سند میں یزید بن بیان عقیلی اور اس کا شیخ ابوالرحال خالد بن محمد الانصاری دونوں ضعیف ہیں۔ (فیض القدیر ۴۲۵/۵، تہذیب التہذیب وغیرہ)

(۳) "لاتشربو واحداً کشرب البعیر" اس کی سند میں یزید بن سنان ابوفروہ الرہاوی ضعیف ہیں ترمذی کے نسخوں میں اس حدیث پر حکم مختلف ہے، بعض نسخوں میں "حسن" اور بعض میں "غریب" واضح رہے کہ امام ترمذی تنہا لفظ "غریب" اس جگہ لاتے ہیں جہاں سند میں کوئی ضعیف راوی منفرد ہوتا ہے،

حافظ نے فتح (۸۱/۱۰) میں فرمایا: سنده ضعيف۔

(۴) حافظ ذہبیؒ

حافظ ذہبی جن کی جرح وتعدیل میں شان امامت مسلم ہے، ہزاروں راویان حدیث میں سے ہر ایک کی ذمہ دارانہ شناخت کے سلسلہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، چنانچہ تلخیص المستدرک، میزان الاعتدال وغیرہ میں حدیثوں پر ان کی جانب سے صادر شدہ احکام مستند قرار دیے گئے ہیں بلکہ بعض مواقع میں تو ان پر تشدد کا بھی الزام ہے، انہوں نے بھی اپنی "كتاب الكبائر" میں ضعیف، واہی، بلکہ موضوع تک کو بطور استشہاد پیش کیا ہے، شاید ان کا مذہب بھی اس سلسلہ میں ان کے پیش رو حافظ ابن الجوزیؒ جیسا ہے مثلاً:

(۱) کبیرہ گناہ "ترک صلاۃ" کے تحت کئی ضعیف حدیثیں ذکر کی ہیں، ان میں وہ طویل حدیث بھی ہے جو شیخ کی کتاب "فضائل اعمال" ص: ۲۸ تا ۳۱ میں درج ہے جس کے بموجب نماز کا اہتمام کرنے والے کا اللہ تعالیٰ پانچ طرح سے اکرام کرتے ہیں، اور اس میں سستی کرنے والے کو پندرہ طریقہ سے عذاب دیتے ہیں پانچ طرح دنیا میں، تین طرح موت کے وقت، تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد شیخ نے تو یہ حدیث ابن حجر مکی ہیثمی کی "الزواجر" کے حوالہ سے نقل کی ہے، جس کی ابتدا: "قال بعضهم: ورد في الحديث" سے کی ہے، مزید اس کے چند حوالے اور مؤیدات ذکر کرتے ہوئے حافظ سیوطی کی ذیل اللالی سے نقل کیا کہ ابن النجار نے ذیل تاریخ بغداد میں اپنی سند سے ابو ہریرہؓ کے طریق سے اس کو روایت نقل کیا ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے:

"هذا حديث باطل، ركبه علي بن عباس على ابي بكر بن زياد النيسابوري"

پھر امام غزالیؒ اور صاحب منبہات کے حوالہ سے بھی اس مضمون کو مؤید کیا، الغرض شیخ نے تو مذکورہ بالا تمام حضرات کے طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالا کہ حدیث بے اصل نہیں ہے اور ترغیب وترہیب کے لیے پیش کی جاسکتی ہے۔

لیکن تعجب حافظ ذہبیؒ پر ہے کہ خود میزان میں اس کے باطل ہونے کی تصریح فرماتے ہیں اور "كتاب الكبائر" میں "قد ورد في الحديث" کے صیغۂ جزم سے اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے کتنی ہی مضبوط درجہ کی حدیث ہو۔

(۲) اسی کتاب کے ص:۴۴ پر کبیرہ گناہ ''حقوق الوالدین'' کے تحت یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

''لو علم الله شيئا ادنى من الاف لنهى عنه فليعمل العاق ما شاء ان يعمل فلن يدخل الجنة، وليعمل البار ما شاء ان يعمل، فلن يدخل النار''

اس حدیث کو دیلمی نے اصرام بن حوشب کے طریق سے حضرت حسین بن علیؓ کی حدیث سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اس اصرام کے متعلق خود حافظ ذہبی میزان (۲۶/۱) میں فرماتے ہیں:

''قال يحيىٰ فيه: كذاب خبيث، وقال ابن حبان: كما كان يضع الحديث على الثقات''

اس میں شبہ نہیں کہ حدیث میں معنوی نکارت کے علاوہ ایک کذاب اس کی روایت میں منفرد ہے، جو کسی طرح ترغیب وترہیب میں قابل ذکر نہیں ہے اور ذہبی نے اس سے استشہاد کیا۔

(۳) کبیرہ گناہ شربِ خمر کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں، جن پر محدثین نے وضع کا حکم لگایا ہے، ایک صفحہ ۸۹ پر حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے، جس کے بموجب شرابی کی توبہ قبول نہیں ہوتی، دوسری صفحہ ۹۱ پر حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے جس کے بموجب شرابی کو سلام کرنا، اس کے جنازہ میں شرکت وغیرہ کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

حافظ ذہبیؒ کی ہی دوسری کتاب ''العلو لعلی الغفار'' ہے، اس میں بھی کافی حد تک تساہل پایا جاتا ہے، لیکن اس کا معاملہ ہلکا یوں ہے کہ اس میں ذہبیؒ نے حدیثیں اپنی سند سے ذکر کی ہیں، اب یہ لینے والے کی ذمہ داری ہے کہ تحقیق کر کے لے۔

(۵) حافظ ابن حجرؒ

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جو حدیثوں کے طرق والفاظ پر وسیع نظر رکھنے کے سلسلہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، اور احادیث وروات کے مراتب کی شناخت وتعیین میں سند ہیں، یہ اپنی کتابوں میں موضوع اور بے اصل روایات ہرگز پیش نہیں کرتے، البتہ کسی حدیث پر موضوع کا حکم لگانے میں بہت احتیاط کرتے ہیں محدث مغرب علامہ احمد بن الصدیق الغمازی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''المغير على الاحاديث الموضوعة فى الجامع الصغير'' کے صفحہ ۷ میں حدیث:

آفة الذين ثلاثة: فقيه فاجر، وامام جائز، مجتهد جاهل''

(جو مسند فردوس کے حوالہ سے ابن عباسؓ کے مسند کے طور پر جامع صغیر میں ہے) کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

"قال الحافظ فی زهر الفردوس: فیه ضعف و انقطاع : قلت (المغازی) بل فیه کذاب وضاع، وهو نهشل بن سعید، فالحدیث موضوع، والحافظ وشیخة العراقی، متساهلان فی الحکم للحدیث، ولا یکادان یصرحان بوضع حدیث الا اذا کان کالشمس فی رابعة النهار (کما فی التعلیقات علی الوجوبة الفاضلة)

یعنی محدث احمد بن الصدیق الغمازی کے بقول حافظ ابن حجر اور ان کے شیخ حافظ عراقی دونوں حدیث پر وضع کا حکم اس وقت تک نہیں لگاتے جب تک کہ علامات وضع روز روشن کی طرح نہیں دیکھ لیتے، اگر یہی مسلک شیخ زکریا رحمہ اللہ نے مجموعہ فضائل اعمال میں اختیار کر لیا ہے تو اس قدر واویلا مچانے کی کیا ضرورت ہے؟

(۶) حافظ سیوطیؒ

حافظ ابوبکر سیوطیؒ تو اس میدان کے مرد اور ضعاف و موضوعات کی پذیرائی میں ضرب المثل ہیں، انہوں نے اپنی کتاب جامع الصغیر کے مقدمہ میں اپنی شرط کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

" وصنته عما تفرد وضاع او کذاب"

اس کی شرح میں حافظ عبد الرؤف المناوی لکھتے ہیں:

"ان کا ماذکره من صونه عن ذلک اغلبی، او ادعائی، والا فکثیر اما وقع له انه لم یصرف الی النقد الاهتمام، فسقط فیما التزام الصون عنه فی هذا لمقام کما ستراه موضحاً فی مواضعه، لکن العصمة لغیر الانبیاء متعذرة، والغفلة علی البشر شاملة منتشرة، والکتاب مع ذلک من اشرف الکتب مرتبة واسماها منقبة" (فیض القدیر ۱/۲۱)

یعنی حافظ سیوطیؒ کا یہ کہنا کہ میں نے ایسی حدیث سے اس کتاب کو محفوظ رکھا ہے، جس کی روایت میں کوئی کذاب یا وضاع منفرد ہو، یہ دعویٰ یا تو اکثری یا دعویٰ محض ہے، کیوں کہ بہت سے ایسے مواقع ہیں جہاں آپ نے صحیح طور پر پرکھا نہیں، چنانچہ جس سے محفوظ رکھنے کا التزام کیا تھا، وہ نادانستہ طور سے کتاب میں در آیا، جیسا کہ موقع پر وضاحت سے آپ کو معلوم ہوگا، بہر حال معصوم نبی کے علاوہ کوئی

نہیں، بھول چوک انسانی خاصہ ہے، اس کے باوجود کتاب مرتبہ وحیثیت کے اعتبار سے عظیم ترین ہے اور بلند پایہ خصوصیت کی حامل ہے۔

محدث ابن الصدیق الغمازی اپنی کتاب

"المغیر علی الاحادیث الموضوعة فی الجامع الصغیر" میں لکھتے ہیں:

"بلکہ اس میں جو حدیثیں سیوطیؒ نے ذکر کی ہیں، ان میں وہ حدیثیں بھی ہیں جن کے موضوع ہونے کا حکم خود انہوں نے لگایا ہے یا تو اپنی لآلی میں ابن جوزی کی موافقت کر کے یا خود ذیل اللآلی میں بطور استدراک ذکر کر کے"۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر کی سات ایسی حدیثوں کی تعیین کی ہے جن کے وضع پر مؤلف نے ابن جوزی کی موافقت کی ہے اور پندرہ ایسی حدیثوں کی جن پر مؤلف نے اپنی طرف سے ذیل اللآلی میں وضع کا حکم لگایا ہے۔ حافظ سیوطی کے تساہل پر بصیرت افروز کلام کے لیے دیکھئے:

(تعلیقات علی الاجوبة الفاضلة للشیخ ابو غدة ص: ١٢٦ تا ١٣٠)

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ جن حدیثوں کے متعلق موضوع ہونے کا شیخ کو شبہہ بھی ہوتا ہے، تو مؤیدات وشواہد جمع کرنے کا پورا اہتمام فرماتے ہیں، تو کیا اس بنا پر "مجموعۂ فضائل اعمال" حافظ سیوطیؒ کی کتاب سے اگر فائق نہیں تو اس کے برابر بھی نہیں قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہمارے نزدیک اس پر بھی وہ تبصرہ منطبق ہوتا ہے جو مناوی نے جامع صغیر پر کیا۔

۷۔ حافظ ابن قیم الجوزیہؒ

حدیثوں پر وضع کا حکم لگانے میں جو محدثین متشدد مانے جاتے ہیں ان میں ایک نام حافظ ابن قیم کا ہے، اس دعویٰ کا ثبوت ان کی کتاب "المنار المنيف فی الصحيح والضعيف" جس میں انہوں نے چند ایک ابواب پر یہ کلی حکم لگایا ہے کہ اس باب میں جو کچھ مروی ہے باطل ہے، تاہم اس میں شک نہیں کہ نقد حدیث میں ان کی حیثیت مرجع ومسند ہے۔

لیکن ان کا حال یہ ہے کہ اپنی بعض تصنیفات مثلاً مدارج السالکین، زاد المعاد وغیرہ میں کتنی ہی ضعیف اور منکر حدیثیں کوئی تبصرہ کے بغیر بطور استدلال پیش کر ڈالتے ہیں، خاص طور سے اگر حدیث ان کے نظریہ کی تائید میں ہوتی ہے تو اس کی تقویت میں بات مبالغہ کی حد تک پہنچ جاتی ہے، مثلاً زاد المعاد

(۳/۵۴۔۵۷) میں وفد بنی المنتفق پر کلام کے ذیل میں ایک بہت لمبی حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''ثم...... تلبثون کا لبثم ثم تبعث الصائحة، فلعمرو الھک ما تدع علی ظهرها شئا الا مات، تلبثون ما لبثتم، ثم یتوفی نبیکم، والملئکة الذین مع ربک، فاصبح ربک عزوجل یطوف فی الارض، وخلت علیه البلاد''

اس حدیث کو ثابت وصحیح قرار دینے میں ابن قیمؒ نے پورا زور صرف کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''ھذا حدیث جلیل کبیر تنادی جلالته وفحامته وعظمته علی انه قد خرج من مشکاة النبوة، لایعرف الا من حدیث عبدالرحمن بن المغیرة المدنی.''

پھر عبدالرحمٰن بن مغیرہ کی توثیق اور ان کتابوں کے حوالوں کے ذریعہ جن میں یہ حدیث تخریج کی گئی ہے لمبا کلام کیا، حالاں کہ خود ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ: ''ھذا حدیث غریب جداً، الفاظه فی بعضها نکارة''، یعنی یہ حدیث انتہائی اوپری ہے، اس کے بعض الفاظ میں نکارت ہے، حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عاصم بن لقیط بن عامر بن المنتفق العقیلی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ: ''وھو حدیث غریب جداً'' جب کہ علامہ ابن قیم نے اس کی تائید میں کسی کہنے والے کے اس قول تک کو نقل کر ڈالا ہے:

''ولاینکر ھذالقول الاجاحد او جاھل او مخالف للکتاب والسنة.''

یہ چند نمونے ہی جو مشتے نمونہ از خروارے پیش کئے گئے ان سے ضعیف حدیث کے متعلق امت کا مجموعی طرز عمل معلوم ہوگیا، اور یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ بطور عمل متوارث حدیث ضعیف کا احترام چلا آیا ہے، اس کے خلاف کوئی موقف ''اتباع غیر سبیل المومنین'' (جماعت مسلمین کے راستہ کو چھوڑنے کے مترادف) ہے، خاص کر فضائل وغیرہ کے باب میں ضعیف حدیث کو بیان کرنا یا کسی کتاب میں شامل کرنا جرم نہیں ہے، ایسا کرنے والوں کی یہ ایک لمبی قطار ہے، ہم تو ان حضرات پر مکمل اعتماد کرتے ہیں، جو کچھ دینی وعلمی ورثہ ہم تک پہنچا وہ اس قدسی صفت جماعت کا احسان ہے۔ البتہ جن لوگوں کو ان کے طرز عمل پر اعتراض ہے وہ جانیں کہ یہ لوگ مجرم ہیں یا نہیں؟ شیخؒ نے بجا طور پر کہا اور خوب کہا:

اگر ان سب اکابرین کی یہ ساری کتابیں غلط ہیں تو پھر فضائل حج کے غلط ہونے کا اس ناکارہ کو بھی

قلق نہیں۔" (کتب فضائل پر اشکالات اوران کے جوابات ص:۱۸۲)

تیسرا نکتہ

بعض ناقدین نے مجموعہ فضائل اعمال میں کثرت سے قصص وحکایات کرنے پر تنقید کی ہے، اور بعض قصص کے وقوع کا انکار کرتے ہوئے انہیں خرافات کا پلندہ اور دین سوز حکایات قرار دیا ہے، ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جتنے واقعات شیخ نے نقل کئے ہیں سب صحیح ہی ہیں اور نہ شیخ کوان حکایات کی صداقت منوانی منظور ہے، بلکہ ان قصوں کے داخل کتاب کرنے کا مقصد عبرت پذیری اور سبق آموزی میں اضافہ کرنا ہے اور یہ کوئی عجیب نہیں، بلکہ مزاج شریعت کے عین موافق ہے، بشرطیکہ دین وعقیدہ کا اس سے کوئی نقصان نہ ہو۔

اس میں شک نہیں کہ سچے واقعات کا عبرت پذیری اور تہذیب نفس میں خاصا دخل ہوتا ہے، انسانی طبیعت کسی واقعہ کے تناظر میں پیدا شدہ نتائج سے جس قدر متاثر ہوتی ہے معروضی انداز کی پند وموعظت سے اتنی متاثر نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں عبرت پذیری کے لیے جا بجا قصص بیان کئے گئے ہیں۔

"لقد كان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب" (یوسف ۱۱۱)

اورآنحضرتؐ کواس مقصد کی خاطر قصہ بیان کرنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔

"فاقصص القصص لعلهم يتفكرون"

چنانچہ حضورﷺ نے بعض تعلیمات کو ذہن نشین کرانے اور عبرت پذیری کی خاطر پچھلوں کے واقعات وقصص بیان بھی فرمائے۔ جو دواوین حدیث اور کتب تاریخ میں محفوظ ہیں۔ بعض مصنفین کتب حدیث نے اپنی مصنفات وجوامع میں کتاب الامثال، کتاب القصص وغیرہ کے مستقل عنوان بھی رکھے۔ چوں کہ ان قصوں کے بیان سے تحریم وتحلیل کا مفسدہ لازم نہیں آتا، اس لیے آپ ﷺ نے شریعت مصطفویہ پر کسی طرح آنچ نہ آنے دینے کی شرط کے ساتھ بنی اسرائیل کے قصے بیان کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

"حدثو عن بنی اسرائيل ولا حرج ومن كذب علی متعمداً فليتبوا مقعده من النار." (مسند احمد ۵۶/۳، صحيح ابن حبان ۱۴۷/۱۴)

ظاہر ہے جن قصوں کے بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے ضروری نہیں کہ وہ پایۂ ثبوت کو پہنچے ہوں، اور اگر ثابت بھی ہوں تو ضروری نہیں کہ اسی تفصیل کے ساتھ ہوں جس تفصیل سے بیان کئے جارہے ہیں۔ بلکہ جو قصے خود حضور ﷺ نے بیان فرمائے ہیں، ان میں بھی مرکز توجہ ان کے وہ حصے ہیں جو مبنی بر موعظت وعبرت ہیں۔

ایک مثال

مثال کے طور پر حدیث ام زرع جو صحیحین کے علاوہ حدیث کی امہات کتب میں صحیح سندوں سے منقول ہے، یہ قصہ کہاں رونما ہوا؟ جن گیارہ عورتوں کی بات نقل کی گئی ہے ان کے نام و نسب کیا ہیں؟ پھر کون سی بات کس عورت نے کہی؟ یہ سب غیر معلوم ہے، پھر قصہ کو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا۔ حضرت عائشہ ام المومنین یا صحابہؓ میں سے کسی اور نے؟ اس سلسلہ میں شراح حدیث کا اختلاف ہے نیز پورے قصے کو پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ ان عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں پر جو کچھ تبصرے کیے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ بخاری شریف پڑھنے والا طالب علم بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کر پاتا ہے، لیکن چوں کہ قصہ کا مقصد اصلاً درس عبرت ہے اس لیے کوئی بھی عاقل یہ کہنے کی جسارت نہیں کرے گا کہ امام بخاری نے حیا سوز قصے صحیح بخاری میں بھر دیے یا نعوذ باللہ حدیث میں حیا سوز قصے بیان کیے گئے۔ اگر کوئی کہتا ہے تو یہ اس کے خبث باطن کی عکاسی کرتا ہے۔

اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ مواعظ وقصص میں کافی حد تک تساہل ہے اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے جو قصے نقل کیے ہیں وہ پچھلی کتابوں سے ماخوذ ہیں، اس لیے اولاً تو ان کے متعلق یہ مطالبہ کہ وہ صحت کے اعتبار سے بالکل کھرے ہونے چاہئیں، بے جا مطالبہ ہے، ثانیاً حوالہ دینے کے بعد ناقل اپنی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے۔

محیر العقول قصے

رہی بات بعض ان قصوں کی جن کا تعلق خرق عادت امور کے ظہور و وقوع سے ہے، مثلاً سید احمد رفاعی کبیر کے قصہ میں روضۂ اقدس سے دست مبارک برآمد ہونے کا معاملہ۔ تو اس طرح کے واقعات میں واقعی طالب حق کے لیے استبعاد کی کوئی چیز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ خرق عادت امور کو وقتاً فوقتاً ظاہر فرماتے ہیں۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ نمودار ہونے والا دست مبارک حقیقی ہو، بلکہ وہ مثالی بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ بیک وقت ہزاروں کی تعداد میں زمین کے مختلف خطوں میں مردے دفن ہوتے ہیں اور وہاں حضور ﷺ کی شبیہ مبارک دکھائی جاتی ہے، وہ حقیقی بھی ہوسکتی ہے اور مثالی بھی۔

کتاب سے متعلق اس طرح کے اشکالات متعدد حضرات کو پیش آئے، انہوں نے شیخ سے رجوع کیا تو شیخ نے خطوط کے ذریعہ ان کے محققانہ وتشفی بخش جواب دیے، ان خطوط میں بعض بہت مدلل، پر مغز اور متعلقہ مسئلہ میں نادر ٹھوس معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ یہ خطوط حضرت شیخ کے نواسے اور ان کے علمی نوادرات کے امین مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپور نے مستقل طور سے (کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات) کے نام سے طبع کرادیے ہیں۔ مجموعۂ فضائل کے ہر ایسے قاری کو ہم مذکورہ کتاب کو مطالعہ میں رکھنے کا مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں جس کو دوران مطالعہ کچھ الجھنیں پیش آتی ہیں۔ ان شاء اللہ کہیں نہ کہیں اسکے اشکال کا حل مل جائے گا۔

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

